یکم اور دو اپریل 2000ء کو ملتان میں
منعقد ہونے والا انٹرنیشنل کانفرنس کے موقع پر اشاعت خاص

جماعتِ اہلِ سنت پاکستان

تاریخ، اہداف، عزائم

اہل سنت و جماعت کا اجمالی تعارف

شیخ الحدیث محمد عبدالحکیم شرف قادری
علامہ یٰسین اختر مصباحی مدظلہ، دہلی

مکتبہ قادریہ
داتا دربار مارکیٹ، لاہور۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم و علی آلہ واصحابہ اجمعین۔

اہل سنت و جماعت

راہ ہدایت

آج اکثر و بیشتر افراد یہ جاننا چاہتے ہیں کہ مختلف مکاتب فکر میں سے کون راہ ہدایت پر ہے اور کون باطل پر؟ کس کی ہمنوائی کی جائے اور کس سے راہنمائی حاصل کی جائے؟ ہر طبقہ حقانیت کا دعویدار ہے اور اپنے حق میں قرآن و حدیث سے دلائل پیش کرتا ہے، دوسرے طبقوں کو باطل اور گمراہ قرار دیتا ہے، عام آدمی الجھ کر رہ جاتا ہے کہ کس کی بات مانے اور کس کی نہ مانے۔ اس مسئلے کے حل کے لئے درج ذیل سطور قلمبند کی جارہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حق و صداقت کے طلب گاروں کو راہ ہدایت دکھائے اور راہ راست پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

سورۂ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں دعا مانگنے کا طریقہ یوں تعلیم فرمایا ہے:

اھدنا الصراط المستقیم۔

ہمیں راہ راست کی ہدایت فرما!

ہر شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ راہ راست وہی ہے جسے میں نے اختیار کیا ہے، اس لئے ساتھ ہی فرمادیا:

صراط الذین انعمت علیہم

ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام فرمایا۔

یہ بھی قرآن پاک میں واضح فرمادیا کہ انعام یافتگان کون ہیں؟۔

من یطع اللہ و الرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولٰئک رفیقا۔

جو لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے۔ یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے اور میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی۔ ایک گروہ کے علاوہ تمام فرقے جہنم میں جائیں گے، صحابہ کرام نے عرض کیا، وہ کون سا گروہ ہے؟ فرمایا:

ما انا علیہ واصحابی

وہ جماعت جو میرے طریقے اور میرے اصحاب کے طریقے پر ہوگی۔

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے:

اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار۔

سواد اعظم (بڑی جماعت) کی پیروی کرو، کیونکہ جو علیحدہ ہوا وہ آگ میں ڈالا گیا۔

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ وہ کونسا گروہ ہے؟ جو انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ایسے انعام یافتہ حضرات کی راہ پر گامزن ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے طریق پر کاربند ہے اور جسے سواد اعظم ہونے کا شرف حاصل ہے۔ تھوڑی سی سوجھ بوجھ رکھنے والا انسان بلا تامل یہ کہے گا کہ وہ مقدس گروہ اہل سنت و جماعت ہی ہے۔

حدیث شریف: "ما انا علیہ و اصحابی" سے ہی اہل سنت و جماعت کا لقب ماخوذ ہے۔ اہل سنت: ما انا علیہ (جو میری سنت پر عمل پیرا ہو) کا ترجمان ہے اور جماعت اصحابی کا مفہوم ادا کر رہا ہے۔ اہل سنت و جماعت کا مطلب یہ ہوا کہ جو لوگ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت اور جماعت صحابہ اور سلف صالحین کے طریقے پر عمل پیرا ہوں۔

ملت اسلامیہ کے مسلم راہنما، صحابہ کرام، اہل بیت عظام، بزرگان دین، ائمہ اربعہ، امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، سلاسل طریقت کے پیشوا حضور سیدنا

غوث اعظم' حضرت بہاء الدین نقشبند' حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی' حضرت خواجہ معین الدین چشتی' حضرت فرید الدین گنج شکر' حضرت نظام الدین محبوب الٰہی' حضرت خواجہ بختیار کاکی' امام ربانی مجدد الف ثانی' حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی-

ائمہ محدثین میں سے صحاح ستہ کے مصنفین اور دیگر جلیل القدر مشائخ حدیث' مفسرین میں سے امام مجاہد' ابن جریر' طبری' فخر رازی' علامہ سیوطی' علامہ صاوی' علامہ آلوسی-

فاتحین اسلام میں سے حضرت عمر بن عبدالعزیز' حضرت محمد بن قاسم' سلطان صلاح الدین ایوبی' سلطان محمود غزنوی' سلطان اورنگ زیب عالمگیر-

اسی طرح سرشاران عشق و محبت میں رومی' جامی' سعدی' بوصیری اور خسرو' اسلامی فلسفہ و تصوف کے سرخیل حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری' ابن عربی' امام قشیری اور امام غزالی دور آخر کے علماء و مشائخ میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی' شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی' علامہ فضل حق خیر آبادی' شاہ فضل رسول بدایونی' شاہ سلیمان تونسوی' حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی' پیر مہر علی شاہ' مولانا ارشاد حسین رامپوری' مولانا احمد رضا خاں بریلوی اور پیر جماعت علی شاہ علی پوری قدست اسرارہم-

یہ سب حضرات کون تھے؟ ان میں صدیقین بھی ہیں' شہداء اور صالحین بھی ہیں' حنفی' شافعی' مالکی اور حنبلی' قادری' چشتی' نقشبندی اور سہروردی ہونے کے باوجود ان میں سب سے بڑی قدر مشترک یہ ہے کہ یہ سب اہل سنت و جماعت تھے- اہل سنت کے لئے یہ کتنے فخر کی بات ہے؟ کہ وہ ان تمام حضرات کے طریقے پر ہیں- ان کا ماضی نہایت تابناک اور قابل فخر ہے- انہی کے لئے یہ مژدہ ہے: وحسن اولئک رفیقا اور انہی کے لئے یہ تمغہ صداقت ہے کہ وہ سواد اعظم ہیں-

یہ امر محتاج بیان نہیں ہے کہ موجودہ دور میں سواد اعظم کون ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم' صحابہ کرام' اہل بیت عظام اور بزرگان دین سے سچی محبت رکھنے والے اور ان کے طریقے پر کون ہیں؟ یہ وہی طبقہ ہے جسے آج عرف عام میں بریلوی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے- بریلوی کوئی فرقہ یا گروہ نہیں ہے' بلکہ یہ اہل سنت و جماعت کا علامتی نشان ہے' کیونکہ

ویں صدی میں جب ہر طرف افراتفری کا دور دورہ تھا اور فرق باطلہ کی بھرپور یلغار
انوں کو گمراہ کرنے کے درپے تھی' اس وقت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے سلف
لحین کے مسلک' مسلک اہل سنت و جماعت کی حفاظت کے لئے زبردست علمی اور قلمی جہاد
اور مخالفین پر وہ کاری ضرب لگائی کہ وہ آج بھی زخم چاٹتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں' ورنہ
احمد رضا بریلوی نے کوئی نیا مذہب ایجاد نہیں کیا تھا- مخالفین بھی اس حقیقت کا برملا اعتراف
تے ہیں- مشہور مورخ سلیمان ندوی جن کا میلان طبع اہلحدیث کی طرف تھا' لکھتے ہیں:

تیسرا فریق وہ تھا جو شدت کے ساتھ اپنی روش پر قائم رہا اور اپنے کو اھل السنته کہتا رہا- اس گروہ کے پیشوا زیادہ تر بریلی اور بدایوں کے علماء تھے-(1)

ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ مخالفین خود یہ تسلیم کرتے ہیں کہ قدیم روش پر شدت سے قائم رہنے والوں کے پیشوا زیادہ تر علماء بریلی اور بدایوں ہی تھے-

یہی حقیقت شیخ محمد اکرام ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

انہوں (امام احمد رضا بریلوی) نے نہایت شدت سے قدیم حنفی طریقوں کی حمایت کی-(2)

مولوی ثناء اللہ امرتسری اہل حدیث نے واشگاف الفاظ میں اعتراف کیا ہے:

امرتسر میں مسلم آبادی' غیر مسلم آبادی (ہندو سکھ وغیرہ) کے مساوی ہے- اسی سال قبل پہلے قریبا" سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو آج کل بریلوی' حنفی خیال کیا جاتا ہے-

اس بیان سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جب قدیم مسلمان اسی عقیدے کے حامل تھے جنہیں آج کے عرف میں بریلوی کہا جاتا ہے تو فرقہ واریت اور انتشار پھیلانے کے ذمہ دار عناصر وہی ہوں گے جنہوں نے سادہ لوح عوام کو دیوبندی' وہابی اور غیر مقلد بنانے کی مہم چلائی ہے- طرفہ تماشا یہ کہ یہی عناصر آج پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ اہل سنت و جماعت مسلمانوں کو پھاڑنے کا فریضہ انجام دے رہے ہیں' حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ہر نوزائیدہ فرقہ عوام اہل سنت کو اپنے دام تزویر میں پھنسا کر اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کر رہا ہے اور اہل سنت و جماعت کا

پیغام صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنا تعلق مضبوط کرلو، ایمان محفوظ رہے گا۔ ایمان محفوظ رہا، تو سب کچھ محفوظ ہوگا اور اگر ایمان ہی نہ رہا تو کچھ بھی نہ رہے گا۔

یاد رہے کہ مخالفین نے اہل سنت و جماعت کو ایک فرقہ کے روپ میں پیش کرنے کے لئے "بریلوی" کالقب دیا، جبکہ "بریلوی" کوئی فرقہ نہیں ہے۔ ہم اہل سنت و جماعت ہیں۔

اس تمہید کے بعد آیئے دور آخر میں اہل سنت کی دینی اور سیاسی خدمات کا مختصراً" جائزہ لیں:

جنگ آزادی 1857ء

متحدہ پاک و ہند میں جب سے اسلام کی ضیاء پہنچی، محراب و منبر، سجادہ و خانقاہ اور قصر حکومت و امارت، جہاں سے بھی دین متین کی خدمت و تبلیغ ہوئی، اس کا سہرا اہل سنت کے سر رہا، حتی کہ سرزمین ہند پر انگریز کے منحوس قدم پہنچے، جہاں تقریباً" ایک ہزار سال مسلمان فاتح کی حیثیت سے حکمرانی کر چکے تھے۔ انگریز اس سرزمین پر تاجر بن کر آیا تھا، پھر رفتہ رفتہ اپنی ریشہ دوانیوں اور فریب کاریوں سے اقتدار پر قابض ہوگیا۔ مسلمان بادشاہ کے اختیارات سلب کرلئے، مساجد منہدم کی گئیں۔ مسلمانوں کی تحقیر و تذلیل میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا گیا بلکہ مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے لئے سازشوں کے جال بچھائے گئے۔ صرف مسلمان ہی نہیں، ہندو بھی اپنا مذہب خطرے میں محسوس کرنے لگے۔ میرٹھ میں جب مسلمان فوجیوں کو سور کی چربی والے اور ہندوؤں کو گائے کی چربی والے کارتوس دانتوں سے کاٹنے پر مجبور کیا گیا تو مسلمان اور ہندو فوجی بھڑک اٹھے اور انگریز کے خلاف جنگ شروع کردی۔

غیظ و غضب میں بھرے ہوئے فوجی انگریزوں کو پامال کرتے ہوئے دہلی پہنچے اور بہادر شاہ ظفر کو اپنا بادشاہ مقرر کرلیا۔ جنرل بخت خان بھی فوج لے کر بریلی سے دہلی پہنچ گئے۔ اس وقت علماء اہل سنت ہی تھے جنہوں نے فرضیت جہاد کے فتوے صادر کئے اور اپنی تقریروں سے عوام و خواص میں روح جہاد پھونک دی۔ انہی کی تحریک اور قیادت کا نتیجہ تھا کہ مجاہدین کفن بردوش میدان جنگ میں کود پڑے اور داد شجاعت دیتے ہوئے جام شہادت نوش کر گئے۔

اسباب و عوامل کچھ بھی تھے نتیجہ یہ ہوا کہ یہ تحریک جہاد کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکی اور انگریز نے اپنا اقتدار بحال کر کے تحریک آزادی سے تعلق رکھنے والے علماء اور مجاہدین پر وہ مظالم ڈھائے کہ ہلاکو، چنگیز، ہٹلر اور مسولینی ایسے سفاک بھی پیچھے رہ گئے۔ مجاہدین کو کالے پانی کی سزا دی گئی، جائیدادیں ضبط کی گئیں۔ زندہ مسلمانوں کو سور کی کھال میں سلوا کر تیل کے کڑھاؤ میں ڈالا گیا۔ سکھ رجمنٹ سے سرعام اغلام کرایا گیا۔ جامع مسجد فتح پوری سے قلعہ کے دروازے تک مسلمانوں کی لاشیں درختوں سے لٹکائی گئیں۔ مجاہدین کو توپ سے اڑایا گیا، مساجد کی بے حرمتی کی گئی اور حوضوں میں گھوڑوں کی لید ڈالی گئی۔ غرض یہ کہ وحشت و درندگی کا کوئی مظاہرہ ایسا نہ تھا جو نہ کیا گیا۔

علامہ فضل حق خیر آبادی، مولانا احمد اللہ شاہ مدارسی دلاور جنگ، مولانا کفایت علی کافی، مفتی عنایت احمد کاکوروی، مفتی صدر الدین آزردہ، ڈاکٹر وزیر خاں اکبر آبادی، مولانا فیض احمد بدایونی، مفتی مظہر کریم دریا آبادی وغیرہم یہ تمام علماء اہل سنت ہی تھے جن کی قیادت اور شمولیت نے تحریک کو شعلہ بداماں بنا دیا تھا، ان میں سے بعض کو کالے پانی کی سزا دی گئی، بعض کو سرعام پھانسی پر چڑھا دیا گیا، بعض کو انگریز کے ایجنٹوں نے شہید کردیا اور بعض کی جائیداد ضبط کرلی گئی۔

علمائے اہلحدیث کا موقف معلوم کرنے کے لئے نواب صدیق حسن خان بھوپالی کی تصنیف ترجمان وہابیہ اور مولوی محمد حسین بٹالوی کی تصنیف "الاقتصاد فی مسائل الجہاد" کا مطالعہ مفید رہے گا جس میں انہوں نے واشگاف الفاظ میں حکومت برطانیہ سے جہاد کو ناجائز قرار دیا ہے۔

علمائے دیوبند نے کہاں تک جنگ آزادی میں حصہ لیا، اس کا اندازہ ذیل کے اقتباس سے کیا جاسکتا ہے۔ ہوا یہ کہ کسی مخبر نے بنا بر مخاصمت مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی محمد قاسم نانوتوی کے باغی ہونے کی مخبری کردی، اس سے آگے مولوی عاشق الٰہی میرٹھی کی زبانی سنئے:

"یہ حضرات حقیقتاً" بے گناہ تھے، مگر دشمنوں کی یاوہ گوئی نے ان کو باغی و مفسد و

سرکاری خطاوار ٹھہرا رکھا تھا' اس لئے گرفتاری کی تلاش تھی، مگر حق تعالیٰ کی حفاظت بر سر تھی' اس لئے کوئی آنچ نہ آئی اور جیسا کہ آپ حضرات اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے' تازیست خیر خواہ ہی ثابت رہے۔(3)

اس سے آگے لکھتے ہیں:

آپ کوہ استقلال بنے ہوئے خدا کے حکم پر راضی تھے اور سمجھے ہوئے تھے کہ میں جب حقیقت میں سرکار کا فرمانبردار ہوں' تو جھوٹے الزام سے میرا بال بھی بیکانہ ہوگا اور اگر مارا بھی گیا' تو سرکار مالک ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔(4)

یہ صحیح ہے کہ یہ تحریک وقتی طور پر کامیاب نہ ہو سکی اور مسلمانوں کو اس کی بہت بڑ
قیمت ادا کرنا پڑی تاہم اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس تحریک نے مسلمانوں ک
دلوں میں آزادی کی وہ شمع روشن کردی جو بالآخر استخلاص وطن اور قیام پاکستان پر منتج ہوئی۔ پاکستان کے متعصب مورخ کی کس قدر احسان ناشناسی ہے کہ اس کا قلم ان مجاہدین کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے چند سطریں بھی لکھنے کا روادار نہیں ہے۔

تحریک ترک موالات

تقریباً" 1919ء میں جب انگریزوں نے ترکوں پر ظلم و تشدد کی انتہاء کردی' تو اس کے رد عمل میں تحریک خلافت شروع ہوئی اور مسلمانوں نے ہر ممکن طریقے سے جبر و استبداد کی مذمت کی۔ مسلمانوں کے فطری جوش و خروش سے فائدہ اٹھاتے ہوئے گاندھی نے ترک موالات کا اعلان کردیا جس کا مقصد یہ بتایا گیا کہ انگریزوں کا بائیکاٹ کیا جائے۔ تمغے اور جاگیریں واپس کردی جائیں۔ ملازمتیں چھوڑ دی جائیں۔ اس تحریک کا اس شدومد سے پروپیگنڈا کیا گیا کہ مسلمانوں کے بڑے بڑے لیڈر گاندھی کی آندھی کی لپیٹ میں آگئے۔

معاملہ یہاں تک بڑھا کہ گاندھی امام تھا اور کانگرسی علماء دست بستہ اور چشم بستہ اس کے مقتدی بنے ہوئے تھے اور اس کی تعریف میں' اس طرح رطب اللسان تھے کہ "اگر نبوت ختم نہ ہوگئی ہوتی' تو مہاتما گاندھی نبی ہوتے" کوئی کہتا "زبانی جے پکارنے سے کچھ نہیں ہوتا' اگر تم ہندو بھائیوں کو راضی کرلوگے' تو خدا راضی ہوگا" کسی نے یوں اظہار عقیدت کیا کہ "ان

(گاندھی) کو اپنا رہنما بنالیا ہے جو وہ کہتے ہیں' وہی مانتا ہوں اور میرا حال تو سردست اس شعر کے موافق ہے:"

عمرے کہ بآیات و احادیث گزشت
رفتی و نثار بت پرستے کردی

کسی نے مستانہ وار یہ نعرہ لگایا کہ "میں اپنے لئے بعد رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گاندھی جی ہی کے احکام کی متابعت ضروری سمجھتا ہوں۔" جب قائدین ایسے ہوں گے تو عوام الناس کا کیا حال ہوگا۔

خان عبدالوحید خان لکھتے ہیں: جامع مسجد دہلی کے منبر پر شردھانند کی تقریریں کرائی گئیں' ایک ڈولی میں قرآن کریم اور گیتا کو رکھ کر جلوس نکالے گئے۔ مسلمانوں نے قشقے لگائے' گاندھی جی کی تصویروں اور بتوں کو گھر میں آویزاں کیا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کرشن کا خطاب دیا گیا' وید کو الہامی کتاب تسلیم کیا گیا' گائے کی قربانی کی ممانعت کے فتاویٰ اونٹوں کی پشت سے تقسیم کئے گئے۔(5)

ایسے بلاخیز دور میں کلمہ حق کہنا معمولی دل گردے کا کام نہ تھا۔ اس تحریک کی مخالفت کرنے والے پر فوراً" انگریز پرستی کا الزام لگادیا جاتا۔ قریب تھا کہ مسلمانوں کا سفینہ گنگا و جمنا میں غرق ہو جاتا کہ بریلی سے امام احمد رضا بریلوی نے کسی کی پرواہ کئے بغیر اس قوت سے نعرۂ حق بلند کیا کہ باطل کی بنیادیں ہل گئیں۔ آپ نے بستر علالت سے نہایت وقیع کتاب "المحجۃ المؤتمنۃ" لکھ کر ہندوؤں اور ہندو نوازوں کے شکوک و شبہات کے تار و پود بکھیر کر رکھ دیئے اور واشگاف الفاظ میں بتایا کہ ہندو مسلم اتحاد تو کجا مسلمانوں کو کفار سے محبت رکھنا بھی جائز نہیں ہے۔ امام ربانی مجدد الف ثانی کے بعد امام احمد رضا بریلوی وہ نمایاں ترین ہستی ہیں جنہوں نے ببانگ دہل اعلان کیا کہ ہندو اور مسلمان دو الگ قومیں ہیں۔ ان کا آپس میں کسی صورت میں اتحاد نہیں ہوسکتا۔

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی نے "النفس الفکر فی قربان البقر" لکھ کر ہندوؤں کی آرزوؤں کو خاک میں ملا دیا۔ ہندو چاہتے تھے کہ کسی طور مسلمان گائے کی قربانی

سے باز آجائیں' چنانچہ انہوں نے بعض علماء سے فتوے بھی حاصل کر لئے کہ اگر ہندوؤں کی
ناراضگی سے بچنے کے لئے گائے کی قربانی نہ کی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت نے
فرمایا: گائے کی قربانی شعار اسلام اور ہمارا حق ہے کسی کو کیا حق پہنچتا ہے؟ کہ شعار اسلام پر
پابندی لگائے' آپ کے فتاویٰ کی اشاعت کا نتیجہ یہ نکلا کہ پھر ہندوؤں کو ایسی سازش کرنے کی
جرأت نہ ہوئی۔ کہنا یہ ہے کہ آپ نے ہر نازک مرحلہ پر مسلمانوں کے ملی تشخص کی حفاظت
کی اور انہیں احساس دلایا کہ وہ ہندوؤں سے الگ قوم ہیں۔

1935ء میں مولوی حسین احمد مدنی نے ایک تقریر میں کہا کہ "قومیں اوطان سے بنتی
ہیں" یعنی ایک وطن میں رہنے والے خواہ وہ مسلمان ہوں یا ہندو اور سکھ' ایک ہی قوم ہیں۔
علامہ اقبال نے اسے غیر اسلامی نظریہ قرار دیا اور اپنے عقیدے کا ان الفاظ میں اظہار کیا۔

عجم ہنوز نداند رموز دیں ورنہ ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است
سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است
بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است

علماء دیوبند مجموعی طور پر تحریک پاکستان کے مخالف اور گاندھی سیاست کے پیروکار رہے
ہیں۔ مولوی حسین احمد مدنی' مولوی محمود حسن' ابوالکلام آزاد' مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری'
مولوی حبیب الرحمٰن لدھیانوی' مولوی حفظ الرحمٰن سیوہاروی' مفتی کفایت اللہ' مولوی احمد
سعید وغیرہم نے جس شدومد سے تحریک پاکستان کی مخالفت اور کانگریسی نقطہ نظر کی حمایت کی'
وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ مسلم لیگ کی طرف سے جب ان لوگوں کو دعوت دی گئی کہ آپ
بھی مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر آجائیں' تاکہ مل جل کر استخلاص وطن کی کوشش کی جائے تو
انہوں نے اتنی خطیر رقم کا مطالبہ کیا جس کے ادا کرنے سے مسلم لیگ قاصر تھی۔ خواجہ رضی
حیدر لکھتے ہیں:

ان اجلاسوں (جون 1936ء) سے مولانا احمد سعید نے بھی خطاب کیا اور انہوں نے کہا
کہ دیوبند کا ادارہ اپنی تمام خدمات مسلم لیگ کے لئے پیش کر دے گا' بشرطیکہ
پروپیگنڈا کا خرچ لیگ برداشت کرے۔ اس کام کے لئے پچاس ہزار روپے کی رقم

بھی طلب کی گئی جو لیگ کی استعداد سے باہر تھی اس لئے محمد علی جناح نے اس
مطالبے کو مسترد کرتے ہوئے کہا نہ اتنا سرمایہ لیگ کے پاس فی الوقت موجود ہے اور
نہ ہی اس کا مستقبل میں امکان ہے' اس لئے صرف قومی جذبے کے پیش نظر کام کیا
جائے۔

مرزا ابوالحسن اصفہانی نے لکھا ہے کہ ان علماء کو اس سے مایوسی ہوئی اور وہ
رفتہ رفتہ کانگریس کی طرف ڈھلتے گئے اور کانگریس پارٹی کے لئے پرچار کرنے لگے جو
ظاہر ہے ان کے مالی تقاضے پورے کر سکتی تھی۔ (6)

پاکستان میں رہنے والے دیوبندی علماء' تحریک پاکستان کی مخالفت پر آج بھی کوئی ندامت
محسوس نہیں کرتے' بلکہ اپنے اس کارنامے پر فخر کرتے ہیں۔ مفتی محمود نے ایک میٹنگ میں
برملا کہا تھا:

خدا کا شکر ہے ہم پاکستان بنانے کے گناہ میں شریک نہیں تھے (مفہوماً)

ہمیں ان جانبدار مورخوں پر تعجب ہے جو تحریک پاکستان کی کامیابی کا سہرا علماء دیوبند کے
سر باندھتے ہوئے ذرہ بھر نہیں ہچکچاتے۔ تاریخ کا معمولی سا مطالعہ رکھنے والا طالب علم بھی
محسوس کرتا ہے کہ یہ تاریخ بیان نہیں کی جا رہی' بلکہ تاریخ بنائی جا رہی ہے' شاید انہیں علم
نہیں ہے کہ تاریخی حقائق لاکھ پردے ڈالنے کے باوجود بھی کسی نہ کسی وقت بے نقاب ہو کر
رہتے ہیں۔ ان شاء اللہ العزیز وہ وقت جلد آنے والا ہے جب نظریہ پاکستان کے حامی اور مخالف
صاف پہچانے جا سکیں گے۔

یہ نہیں کہ امام احمد رضا بریلوی' آزادی وطن کے مخالف تھے' انہیں اس طریق کار اور
انداز فکر سے اختلاف تھا جس کے نتیجے میں مسلمانوں کا جداگانہ تشخص مٹ جاتا یا کم از کم
مضمحل ہو جاتا' خدانخواستہ اگر ایسی صورت ہوتی' تو آج پاکستان کا نام و نشان کہیں نہ ملتا' آپ
نے ایک ملاقات میں مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی سے فرمایا:

مولانا: میں ملکی آزادی کا مخالف نہیں' ہندو مسلم اتحاد کا مخالف ہوں۔ (7)

تحریک پاکستان

اہل سنت و جماعت ابتداء ہی سے دو قومی نظریہ کے حامی بلکہ داعی رہے ہیں۔ 1921ء میں اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد آپ کے تلامذہ، خلفاء، معتقدین اور آپ کے ہم مسلک علماء نے ملت اسلامیہ کی راہنمائی کا فریضہ بحسن و خوبی انجام دیا۔

1931ء میں جب علامہ اقبال نے خطبہ الٰہ آباد میں تقسیم ہند کی تجویز پیش کی تو کانگریسی حلقوں کی طرف سے اس کی سخت مخالفت کی گئی۔ اس موقعہ پر صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی غالباً" پہلے عالم دین تھے جنہوں نے اس تجویز کی پرزور حمایت کی اور فرمایا:

ڈاکٹر اقبال کی رائے پر کہ ہندوستان کو دو حصوں میں تقسیم کردیا جائے، ایک حصہ ہندوؤں کے زیر اقتدار ہو، دوسرا مسلمانوں کے، ہندوؤں کو کس قدر اس پر غیظ آیا؟ یہ ہندو اخبارات کے دیکھنے سے ظاہر ہوگا، کیا یہ کوئی ناانصافی کی بات تھی۔ اگر اس سے ایک طرف مسلمانوں کو کوئی فائدہ پہنچتا تھا، تو ہندوؤں کو بھی اسی نسبت سے نفع ملتا۔۔۔ اس کو تو کون جانتا ہے کہ پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہوگا اور مستقبل کیا صورتیں سامنے لائے گا؟ لیکن ہندو اس وقت خالی بات بھی نوک زباں پر لانے کو تیار نہیں ہیں جو مسلمانوں کو اچھی معلوم ہو، اس حالت میں بھی کوئی مسلمان کہلانے والی جماعت (کانگرسی علماء) ہندوؤں کا کلمہ پڑھتی ہے اور اپنی اس پرانی فرسودہ لکیر کو پیٹا کرے تو اس پر ہزار افسوس! کاش اس وقت یہ حضرات خاموش ہو جائیں اور کام کرنے والوں کو کام کرلینے دیں۔ (8)

آل انڈیا سنی کانفرنس

یوں تو مسلم لیگ کو قیام کے وقت سے ہی مسلمانوں کی ہمدردیاں حاصل تھیں اور جگہ جگہ اس کی شاخیں بھی قائم تھیں جو پوری تندہی سے کام کر رہی تھیں، لیکن مطالبہ پاکستان میں جان اس وقت پیدا ہوئی، جب اہل سنت و جماعت کے علماء و مشائخ نے متفقہ طور پر قیام پاکستان کے مطالبہ کی حمایت کی اور نظریہ پاکستان کو ملک کے گوشے گوشے میں پہنچادیا۔

حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، اہل سنت کی تنظیم "آل انڈیا سنی کانفرنس" کے ناظم اعلیٰ تھے۔ ان کی شبانہ روز انتھک محنت کے نتیجے میں 27 تا 30 اپریل 1946ء آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کا چار روزہ اجلاس بڑی شان و شوکت سے منعقد ہوا۔ اس موقعہ پر بنارس، رشک چمن بنا ہوا تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ سرزمین بنارس پر قدسیوں کا نزول ہے اور رحمت و نور کی بارش ہو رہی ہے۔ اہل سنت کے دو ہزار علماء و مشائخ اور لاکھوں حاضرین کا اجتماع تھا۔ فضائیں ذکر و فکر کے انوار سے معمور تھیں اور تمام شرکاء قیام پاکستان کے لئے کام کرنے کے جذبے سے سرشار تھے۔

اس اجلاس میں متفقہ طور پر منظور شدہ قرارداد کی بعض اہم دفعات یہ ہیں:

1- یہ اجلاس مطالبہ پاکستان کی پرزور حمایت کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علماء و مشائخ اہل سنت اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے ہر امکانی قربانی کے لئے تیار ہیں۔

2- یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ اسلامی حکومت کے لئے لائحہ عمل مرتب کرنے کے لئے حسب ذیل حضرات کی ایک کمیٹی بنائی جاتی ہے:

مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی (تلمیذ و خلیفہ اعلیٰ حضرت) مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی (خلیفہ اعلیٰ حضرت) مولانا مصطفیٰ رضا خان (ابن اعلیٰ حضرت) مولانا امجد علی (خلیفہ اعلیٰ حضرت و والد ماجد علامہ عبد المصطفیٰ ازہری)، مولانا عبد العلیم میرٹھی (خلیفہ اعلیٰ حضرت و والد ماجد شاہ احمد نورانی) مولانا ابو الحسنات محمد احمد (ابن خلیفہ اعلیٰ حضرت) مولانا ابو البرکات سید احمد (خلیفہ اعلیٰ حضرت) مولانا عبد الحامد بدایونی، دیوان سید آل رسول (سجادہ نشین درگاہ اجمیر شریف) خواجہ قمر الدین سیالوی، شاہ عبد الرحمٰن بھرچونڈی شریف، سید امین الحسنات مانکی شریف اور مصطفیٰ علی خاں۔ (9)

اس کانفرنس کے بعد اسی سلسلے میں دیگر مقامات پر بھی کانفرنسیں ہوئیں اور اہل سنت کے علماء و مشائخ نے ملک کے چپے چپے میں مطالبہ پاکستان کا پیغام پہنچایا، امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری نے پورے ہندوستان اور خاص طور پر پنجاب کے ایک ایک

قریہ اور ایک ایک بستی میں جاکر نظریہ پاکستان کی تبلیغ فرمائی، صوبہ سرحد میں کانگریسیوں کا بت
زور تھا جسے پیر صاحب مانکی شریف، پیر صاحب زکوڑی شریف، مولانا عبدالحامد بدایونی اور دیگر
علماء اہل سنت کی مساعی نے ناکام بنایا، اللہ تعالیٰ نے قیام پاکستان کی راہ ہموار کی اور پاکستان
معرض وجود میں آگیا۔

جمعیتہ العلماء پاکستان کا قیام

چونکہ قیام پاکستان سے آل انڈیا سنی کانفرنس کا مقصد پورا ہو چکا تھا۔ اس لئے حضرت
علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مساعی جمیلہ سے مارچ 1948ء میں مدرسہ عربیہ انوار
العلوم، ملتان میں علماء اہل سنت کا ایک اجتماع ہوا جس میں آل انڈیا سنی کانفرنس کا نام جمعیت
العلماء پاکستان رکھ دیا گیا، جس کے صدر حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری اور ناظم
اعلیٰ حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی مقرر ہوئے اور ایک دفعہ پھر اہل سنت کا قافلہ رواں دواں
ہو گیا۔

جمعیتہ العلماء پاکستان اور جمعیتہ المشائخ کے متفقہ فیصلہ کے مطابق 7 مئی 1948ء بروز
جمعہ پاکستان بھر میں یوم شریعت منایا گیا، جلسے منعقد ہوئے، قائداعظم اور اسلامی جرائد کو تاریں
دی گئیں اور حکومت پر زور دیا گیا کہ پاکستان میں قانون اسلامی نافذ کیا جائے۔

جب مجاہدین اسلام، محاذ کشمیر پر داد شجاعت دے رہے تھے اور حق خود ارادیت کے لئے
جانبازی کا مظاہرہ کر رہے تھے تو مودودی صاحب نے جس طرح تحریک پاکستان کی مخالفت کی
تھی۔ اسی طرح اس جنگ کی بھی مخالفت کی اور کہا کہ یہ جنگ جہاد نہیں ہے اور اس میں جان
دینے والے شہید نہیں ہیں۔ اس موقع پر حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری میدان
میں آئے اور انہوں نے فتویٰ دیا کہ یہ جنگ، جہاد فی سبیل اللہ ہے اور اس میں جان دینے
والے شہید ہیں۔ مسلمانوں کو ہر ممکن طریقہ سے مجاہدین کی امداد کرنا چاہئے، جمعیتہ العلماء
پاکستان کی کوششوں سے 80 ہزار روپے سے زائد کا امدادی سامان مجاہدین میں تقسیم کیا گیا۔
صدر جمعیتہ نے بنفس نفیس محاذ کشمیر کے کئی دورے کئے اور مجاہدین کی حوصلہ افزائی کی۔ انہی
مساعی جمیلہ کی بناء پر آپ کو غازی کشمیر کا لقب دیا گیا۔

تحریک ختم نبوت

قیام پاکستان کے بعد ختم نبوت کے قصر رفیع میں نقب لگانے والے مرزائی، قادیان سے
منتقل ہو کر پاکستان آگئے اور اس وقت کے وزیر خارجہ ظفراللہ کے ذریعے ربوہ کی سرزمین
برائے نام قیمت پر خرید کر ارتداد پھیلانے میں مصروف ہو گئے۔ اس فتنے کے انسداد کے لئے
پاکستان کے تمام علماء سنی، دیوبندی، غیر مقلد، جماعت اسلامی اور شیعہ نے مل کر 1953ء میں
مجلس عمل قائم کی جس کے صدر علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری منتخب ہوئے، متفقہ طور پر
ناظم الدین کی حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ ظفراللہ کو وزارت خارجہ کے منصب سے برطرف
کیا جائے اور مرزائیوں کو قانونی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے، لیکن ارباب اقتدار ٹس
سے مس نہ ہوئے، آخر طے پایا کہ ایک وفد کراچی جاکر مرکزی وزیراعظم خواجہ ناظم الدین سے
ملے اور اپنے مطالبات پیش کرے۔

خواجہ ناظم الدین نے مطالبات تسلیم نہ کئے اور وفد کے قائدین کو گرفتار کر لیا۔ یہ خبر
جنگل کی آگ کی طرح پورے ملک میں پھیل گئی اور جگہ جگہ احتجاجی جلسے ہونے لگے، جلوس
نکلنے لگے، عوام و خواص کے مطالبے اور احتجاج کی شدت کے ساتھ ساتھ حکومت کا تشدد بھی
بڑھتا گیا اور پورے ملک کے جیل خانے فدایان ختم نبوت سے بھر گئے۔

حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری اور دیگر زعماء کو سکھر جیل میں منتقل کر دیا
گیا، آپ نے قید و بند کی صعوبتوں کو بڑی استقامت سے برداشت کیا۔ جب پس دیوار زنداں
آپ کو اطلاع ملی کہ آپ کے اکلوتے فرزند مولانا خلیل احمد قادری کو تحریک ختم نبوت میں حصہ
لینے کی بناء پر پھانسی کی سزا سنادی گئی ہے تو آپ نے بے ساختہ فرمایا:

الحمدللہ! اللہ تعالیٰ نے میرا یہ معمولی ہدیہ قبول فرما لیا۔

جب دیگر زعماء گرفتار ہو گئے تو مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی نے مسجد وزیر خاں
کو مرکز بنا کر شعلہ بار تقریروں سے تحریک کو آگے بڑھایا، انہیں بھی گرفتار کر لیا گیا اور مولانا
خلیل احمد قادری کی طرح ان کے خلاف بھی پھانسی کا فیصلہ سنا دیا گیا۔ قریب تھا کہ یہ تحریک
کامیابی سے ہمکنار ہو جاتی کہ بعض آرائش پسند لیڈر حکومت سے معافی مانگ کر رہا ہو گئے اور

اس طرح تحریک کا زور ٹوٹ گیا اور وقتی طور پر یہ تحریک رک گئی۔

مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں 1974ء میں یہ مطالبہ پھر شدت اختیار کر گیا کہ مرزائیوں کو قانونی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے، مجلس تحفظ ختم نبوت قائم ہوئی جس کے سیکرٹری جنرل مولانا سید محمود احمد رضوی، شارح بخاری منتخب ہوئے۔ تحریک نے اس قدر زور پکڑا کہ یہ مسئلہ قومی اسمبلی میں پیش ہوا، مرزا ناصر احمد کو وضاحت پیش کرنے کے لئے اسمبلی میں بلایا گیا۔ اس نے دیگر ثبوت پیش کرنے کے علاوہ بانی دارالعلوم دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی کی کتاب تحذیر الناس سے اس قسم کی عبارات پیش کیں کہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو، تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ (ص 28) دیوبندی علماء بھی موجود تھے وہ کیا جواب دیتے؟ اس موقعہ پر مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا کہ ختم نبوت کا جو بھی منکر ہو خواہ کسے باشد ہمارے نزدیک کافر ہے اور ہمارے لئے حجت نہیں ہے۔

مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد بھی مولانا شاہ احمد نورانی نے پیش کی جس کے مطابق ختم نبوت کا منکر خواہ وہ قادیانی ہو یا لاہوری پارٹی سے تعلق رکھتا ہو کافر قرار دیا گیا، اسی دوران لاہوری پارٹی کے کچھ افراد نے مولانا نورانی کو پیشکش کی کہ چونکہ ہم مرزا کو نبی نہیں مانتے اس لئے قرارداد میں سے ہمارا نام خارج کردیں، اس کے عوض ہم آپ کو پچاس لاکھ روپے پیش کرتے ہیں، مولانا شاہ احمد نورانی نے فرمایا۔

آپ کی پیشکش ہمارے جوتے کی نوک پر ہے، مرزا مدعی نبوت ہے جو اسے مجدد، مصلح یا مسلمان مانتا ہے وہ بھی کافر ہے اور میری قرارداد سے کوئی لفظ حذف نہیں ہو سکتا، آپ لوگ یہاں سے نکل جائیں۔ (10)

اسمبلی کے اندر اور باہر علماء اہل سنت اور دیگر طبقوں نے نے تین ماہ تک زبردست تحریک چلائی، جلسوں، جلوسوں اور قراردادوں سے ارباب اقتدار پر اس قدر دباؤ ڈالا کہ 7 ستمبر 1974ء کو آئینی طور پر مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا، یہ الگ بات ہے کہ مرزائی بدستور کلیدی عہدوں پر براجمان رہے اور ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی گئی۔

آل پاکستان سنی کانفرنس دارالسلام

1961ء میں حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری کے وصال کے بعد جمعیۃ العلماء پاکستان تعطل کا شکار رہی اور کوئی قابل ذکر کارنامہ انجام نہ دے سکی۔ 1968ء میں جامعہ نعیمیہ، گڑھی شاہو، لاہور میں مرکزی سطح کا اجلاس منعقد ہوا جس میں حضرت شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی کو صدر منتخب کیا گیا، یہ اہل سنت کی بیداری اور تنظیم کا نیا دور تھا جس میں جمعیت کی قیادت نے تحریک بحالی جمہوریت میں نمایاں کردار ادا کیا جلسے کئے، جلوس نکالے اور اہل سنت کو نیا ولولہ عطا کیا۔

1969ء اور 1970ء کے سالوں میں ذوالفقار علی بھٹو نے روٹی، کپڑے اور مکان کے نعرے کے ساتھ سوشلزم کا نعرہ لگایا تو بہت سے سادہ لوح اور مفاد پرست اس کے ہمنوا بن گئے۔ یہ ظاہریوں دکھائی دینے لگا کہ کلمہ طیبہ کے نام پر حاصل کئے جانے والے ملک کے باشندے سوشلزم کے حق میں فیصلہ دے دیں گے، اس وقت اسلام کا نام لینا اپنے آپ کو آزمائش میں ڈالنے کے مترادف تھا، علماء پر پھبتیاں کسی جارہی تھیں، اسلام اور قرآن کا کھلے بندوں مذاق اڑایا جارہا تھا۔ سوشلسٹوں کے حوصلے بہت بلند تھے ایسے نازک وقت میں سب سے پہلے علماء اہل سنت نے ہی کلمہ حق بلند کیا اور سوشلزم کے سامنے سد سکندری بن کر کھڑے ہوگئے اور اس جرأت اور استقامت سے اسلامی نظام کی حمایت کی کہ طوفان کا رخ بدل دیا اور درودیوار نظام مصطفیٰ کے نعروں سے لرزنے لگے۔

313 علماء نے سوشلزم کے خلاف فتویٰ جاری کیا، جس سے اسلامیان پاکستان کی غفلت کے پردے چاک ہوگئے، قریب تھا کہ سوشلزم اسی وقت دفن ہو جاتا کہ جمعیۃ العلماء اسلام کے راہنماؤں مولوی غلام غوث ہزاروی اور مفتی محمود نے سوشلزم کو شرعی جواز مہیا کردیا اور اپنی تمام تر مساعی بھٹو کی کامیابی کے لئے صرف کردیں، سوشلزم کی مخالف جماعتیں چونکہ انتشار کا شکار تھیں اس لئے تیس، پینتیس فیصد ووٹ حاصل کرنے کے باوجود ذوالفقار علی بھٹو کی جماعت، اسمبلی کی زیادہ نشستیں حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی۔

22 مارچ 1970ء میں مشرقی اور مغربی پاکستان کے سوشلسٹوں اور کمیونسٹوں نے ٹوبہ

ٹیک سنگھ میں کسان کانفرنس منعقد کی، جس میں بھاشانی مہمان خصوصی تھا، اس کانفرنس کا نع
تھا۔ ماریں گے مرجائیں گے سوشلزم لائیں گے۔" اسی کانفرنس میں ٹوبہ کا نام لینن گراڈ تجوی
کیا گیا۔

اہل سنت و جماعت کے علماء و مشائخ نے اپنا فرض منصبی سمجھتے ہوئے سوشلزم کے
پروپیگنڈا کا موثر جواب دینے اور کسان کانفرنس کے اثرات کے ازالہ کے لئے عین اسی مقام پر
14/13 جون 1970ء کو عظیم الشان "سنی کانفرنس" منعقد کی جس میں بطور مہمان خصوصی
حضرت مولانا فضل الرحمٰن قادری مدینہ طیبہ سے تشریف لا کر شریک ہوئے، اس کانفرنس کا
منظر دیدنی تھا تاحد نظر پھیلے ہوئے غلامان مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جم غفیر اور اہل سنت
کے تقریباً" تین ہزار علماء و مشائخ کے مبارک اجتماع سے وہ سماں پیدا ہوا کہ باطل کی تمام
تاریکیاں چھٹ گئیں۔ اس کانفرنس میں ملت اسلامیہ کو "مقام مصطفیٰ کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ
کے نفاذ" کا نعرہ ملا اور اعلان کیا گیا کہ اسی منشور کی بنیاد پر دسمبر 1970ء کے انتخابات میں حصہ لیا
جائے گا، اسی اجتماع میں ٹوبہ ٹیک سنگھ کا نام "دارالسلام" رکھا گیا۔

تحریک نظام مصطفیٰ

ذوالفقار علی بھٹو نے مارچ 1977ء کے انتخاب کا اعلان کیا تو جمعیت العلماء پاکستان کی
کوششوں اور اس کے کوٹے کی سیٹوں کی قربانی سے "قومی اتحاد" قائم ہوا۔ ابتداء "مقام
مصطفیٰ کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ کے نفاذ کا نعرہ صرف جمعیت ہی کا نعرہ تھا، بعد میں بے پناہ عوامی
مقبولیت کی بناء پر بلا امتیاز تمام جماعتوں نے یہ نعرہ اپنایا، اس مبارک نعرے کی برکت تھی کہ
غلامان مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دیوانہ وار قومی اتحاد کی آواز پر لبیک کہی اور بڑی سے
بڑی قربانی سے دریغ نہ کیا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ تحریک کے دوران سب سے زیادہ قربانیاں اہل سنت نے دیں،
گرفتار ہونے والوں میں سب سے زیادہ تعداد اہل سنت ہی کی تھی، اس کا سبب بھی واضح ہے
کہ جس جماعت کے نزدیک دین و دنیا کی سب سے عزیز ترین متاع محبت الٰہیہ اور حب مصطفیٰ
(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہو جس کے نزدیک محبوب خدا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی ادنیٰ

ی کفر ہو، جس کے نزدیک ناموس مصطفیٰ پر مرمٹنا حیات جاوید کی ضمانت ہو، وہ بڑے سے
ے خطرے کو درخور اعتناء نہیں سمجھتی، اس کے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر
قربان کردینا سب سے بڑا اعزاز اور ذریعہ نجات ہے۔

گزشتہ صفحات کے مطالعہ سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ہر ملکی
ل تحریک میں اہل سنت کے علماء، مشائخ اور عوام الناس نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور بڑی سے
ی قربانی دینے سے کبھی دریغ نہیں کیا۔ اہل سنت کا ماضی اتنا درخشاں اور تابندہ ہے کہ اس کی
کا چوند آنکھوں کو خیرہ کئے دیتی ہے۔ بلاشبہ اہل سنت کی حسین روایات اتنی گرانقدر ہیں کہ ان
پر جتنا بھی فخر کیا جائے کم ہے۔

حوالہ جات

(1) سلیمان ندوی، حیات شبلی ص 46 (بحوالہ تقریب تذکرہ اکابر اہل سنت ص 22)

(2) موج کوثر، طبع ہفتم 1966ء ص 70 (ایضاً)

(3) عاشق الٰہی میرٹھی: تذکرۃ الرشید، ج 2 ص 77

(4) عاشق الٰہی میرٹھی: تذکرۃ الرشید ج 2 ص 80

(5) خان عبدالوحید خاں: مسلمانوں کا ایثار جنگ آزادی ص 143، 142 (بحوالہ اعلیٰ حضرت کی سیاسی بصیرت، از سید نور محمد قادری)

(6) خواجہ رضی حیدر: قائداعظم کے 72 سال، مطبوعہ سورتی اکیڈمی کراچی 1976ء (بحوالہ قائداعظم جناح میری نظر میں) از مرزا ابوالحسن اصفہانی، ص 30)

(7) محمد مسعود احمد پروفیسر: فاضل بریلوی اور ترک موالات، ص 45

(8) محمد صادق قصوری: اکابر تحریک پاکستان، ج 1، ص 271

(9) پروفیسر محمد مسعود احمد: فاضل بریلوی اور ترک موالات ص 80-79

(10) محمد احمد قادری: مولانا ابوالحسنات سید: روئیداد مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان لاہور ص 18

(11) محمد صادق، مولانا ابوداؤد: شاہ احمد نورانی ص 158

جماعت اہل سنت کا مختصر تعارف

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پاکستان قائم ہوا تو ملک پاک کے شہر شہر اور قریہ قریہ …
اہل سنت و جماعت کے علماء و مشائخ کثرت سے موجود تھے جن کے دم قدم سے گلشن اسلام …
بہار تھی، مدارس میں قال اللہ قال الرسول (جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے دل نو…
نغمے بلند ہوتے تھے، خانقاہیں ذکر و فکر سے آباد تھیں، محراب و منبر علماء حق کے روح پرو…
خطابات سے گونجتے تھے اور ایسے علماء بکثرت موجود تھے جو وقت کے حکمرانوں کی آنکھوں میں
آنکھیں ڈال کر کلمہ حق کہنے کا حوصلہ رکھتے تھے، ایسے باخدا ارباب ولایت کی بھی کمی نہ تھی
جن کی زیارت کر کے غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہو جاتے اور ایمانداروں کے ایمان مضبوط ہو
جاتے۔

1956ء میں ضرورت محسوس کی گئی کہ تبلیغ دین اور اشاعت مسلک اہل سنت و جماعت
کی انفرادی کوششوں کو اجتماعی طور پر منظم کیا جائے، اس مقصد کے لئے کراچی میں خالص مذہبی
اور غیر سیاسی جاعت، جماعت اہل سنت کی داغ بیل ڈالی گئی، خطیب پاکستان حضرت مولانا محمد
شفیع اوکاڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے امیر مقرر کئے گئے، شیخ محمد اسماعیل ناظم اعلیٰ اور حاجی محمد
صدیق خازن مقرر ہوئے جو بولٹن مارکیٹ میں کپڑے کا کاروبار کرتے تھے۔ اس دور میں
جماعت کے زیر اہتمام زیادہ تر تقریری تبلیغ کا کام ہوا، کچھ رسائل بھی شائع کئے گئے۔
1966ء میں جماعت کی نشاۃ ثانیہ کا اہتمام کیا گیا، حضرت علامہ عبد المصطفیٰ ازہری، شیخ
الحدیث جامعہ امجدیہ، کراچی، صدر، مبلغ اسلام علامہ سید سعادت علی قادری، ناظم اعلیٰ، حضرت
مولانا محمد حسن حقانی، نائب ناظم اور مولانا علامہ جمیل احمد نعیمی ناظم نشر و اشاعت منتخب ہوئے،
15 جنوری 1971ء کو علامہ سید سعادت علی قادری مدظلہ سرینام تشریف لے گئے۔

اس عرصہ میں جماعت اہل سنت نے مختلف اہم موضوعات پر لٹریچر شائع کر کے تقسیم
کیا۔ 1968ء میں جماعت کے ناظم اعلیٰ علامہ سید سعادت علی قادری نے بیان کیا کہ گزشتہ دو
سالوں میں جماعت نے 14 کتابچے شائع کئے، جن کی تعداد 55 ہزار تک پہنچ گئی اور یہ سلسلہ
جاری ہے۔
(کتابچہ نمبر 17 ترجمان اہل سنت ص 9)
علامہ سید سعادت علی قادری نے یہ بھی بیان کیا کہ اس کے علاوہ ہفتہ وار تبلیغی
اجتماعات کا اہتمام کیا گیا جس میں علماء کرام تبلیغی، اصلاحی اور تنظیمی عنوانات پر خطاب فرماتے
رہے، جماعت نے تبلیغی کتبات کی اشاعت کا بھی اہتمام کیا، جن پر قرآنی آیات، احادیث اور
اقوال زریں درج ہوتے، یہ دیدہ زیب کتبات دکانوں، مکانوں اور دفتروں میں آویزاں کئے
جاتے۔
(تبلیغی کتابچہ ترجمان اہلسنت، اگست 1968ء ص 36)
1966ء میں جماعت اہل سنت کی نشاۃ ثانیہ کے بعد کراچی میں جماعت کے دو سو دفاتر
اور مختلف مساجد میں حفظ و ناظرہ کے پچاس کے قریب مدارس تھے، غالباً 1972ء کے سیلاب
میں سندھ کے اندرونی علاقوں میں بہت جانی و مالی نقصان ہوا، اس موقع پر جماعت اہل سنت
نے تین چار لاکھ روپے کا سامان، کپڑوں، برتنوں، بستروں اور خوراک کی صورت میں تقسیم کیا۔
جماعت نے یتیم بچوں اور بیوگان میں وظائف بھی تقسیم کئے۔
غرض یہ کہ جماعت نے تعلیمی، تبلیغی، تنظیمی اور رفاہی میدانوں میں بھرپور کام کیا، اس کا
نتیجہ یہ تھا کہ جب علماء اہل سنت نے جمعیت العلماء پاکستان کے پلیٹ فارم سے الیکشن میں حصہ
لیا تو عوام نے دل کھول کر ووٹ دیئے اور انہیں کامیاب کرایا۔
جولائی 1968ء سے جماعت نے مسلک اہل سنت و جماعت کی ترجمانی کے لئے ماہنامہ
ترجمان اہل سنت کراچی جاری کیا، 1971ء سے 74ء تک مولانا علامہ مفتی سید شجاعت علی
قادری رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے ایڈیٹر، مولانا جمیل احمد نعیمی پبلشرز اور مجلس مشاورت میں ان
دونوں حضرات کے علاوہ مولانا علامہ منیب الرحمن (حال ناظم اعلیٰ دار العلوم نعیمیہ، کراچی) اور

علامہ احمد میاں برکاتی (حال مہتمم دار العلوم احسن البرکات، حیدر آباد) شامل تھے۔

یہ ماہنامہ واقعی ترجمان اہل سنت تھا، اس میں اہل سنت و جماعت کے عقائد و معمولات پر بڑے اچھے مقالات شائع ہوتے تھے، علماء اہل سنت کے تذکرے اور ان کی تصانیف پر تبصرے شائع ہوتے تھے، اس ماہنامہ نے کئی وقیع نمبر شائع کیے، جنہیں عوام و خواص نے قدر کی نگاہ سے دیکھا، مثلاً "ختم نبوت نمبر، جنگ آزادی 1857ء نمبر، اعلیٰ حضرت نمبر اور سنی کانفرنس ملتان (اکتوبر 1978ء) کے بعد سنی کانفرنس نمبر۔

1975ء میں جماعت کے صدر مولانا محمد رمضان، ناظم اعلیٰ مولانا منظور الحق اور ماہنامہ ترجمان اہل سنت کے ایڈیٹر مولانا غلام دستگیر افغانی مقرر ہوئے۔۔۔ جب تک یہ ماہنامہ جاری رہا مسلک اہل سنت و جماعت کی بے باک ترجمانی اور دفاع کرتا رہا، جماعت اہل سنت کو اس مجلہ کا دوبارہ اجراء کرنا چاہئے۔

درج ذیل حضرات جماعت اہل سنت کی سرپرستی فرماتے رہے:

1- حضرت پیر صوفی محمد فاروق رحمانی رحمہ اللہ تعالیٰ۔
2- حضرت پیر صوفی کفایت علی شاہ رزاقی رحمہ اللہ تعالیٰ۔
3- حضرت پیر ابو محمد سید احمد اشرف شاہ جیلانی اشرفی رحمہ اللہ تعالیٰ۔
4- حضرت مولانا مفتی ظفر علی نعمانی مدظلہ العالی۔
5- حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ۔
6- حضرت علامہ مولانا شاہ احمد نورانی مدظلہ العالی۔

(کتابچہ ترجمان اہلسنت، اگست 1968ء ص 37)

1971ء سے 74ء تک علامہ عبد المصطفیٰ ازہری رحمہ اللہ تعالیٰ صدر، مولانا علامہ شاہ احمد نورانی نائب صدر اول، مولانا علامہ محمد شفیع اوکاڑوی نائب صدر دوم (اسی دوران کچھ عرصہ صدر بھی رہے) اور مولانا علامہ جمیل احمد نعیمی ناظم اعلیٰ رہے۔

قیام پاکستان سے پہلے "انجمن مسلمانان پنجاب" کے زیر اہتمام عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موقع پر عظیم الشان جلوس نکالا جاتا تھا، جو "میری ویزر ٹاور" سے شروع ہو

کر آرام باغ میں اختتام پذیر ہوتا تھا، اس میں ارباب اقتدار کے نمائندوں کو بلایا جاتا، سکاؤٹس بھی شریک ہوتے، لیکن علماء کرام کی نمائندگی نہیں ہوتی تھی، اس کمی کو محسوس کرتے ہوئے جماعت اہل سنت نے 1971ء میں میمن مسجد بولٹن مارکیٹ سے عید میلاد النبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے جلوس کا آغاز کیا، طے یہ پایا کہ یہ جلوس نشتر پارک جائے گا اور وہاں کانفرنس منعقد کی جائے گی، نشتر پارک میں کانفرنس منعقد کرنے کے لئے باقاعدہ کمشنر سے اجازت لی گئی، دیوبندیوں نے بھی اسی دن جلسہ کرنے کی درخواست دے دی لیکن انہیں کامیابی نہ ہوئی۔

نشتر پارک کے پہلے اجلاس میں پچیس تیس ہزار افراد شریک ہوئے، علامہ عبد المصطفیٰ ازہری، علامہ شاہ احمد نورانی، مولانا قاری مصلح الدین، صوفی ایاز خاں نیازی، مولانا اللہ وسایا خطیب، مولانا جمیل احمد نعیمی اور دیگر علماء نے خطاب کیا، میاں اختر حسین پگاں والے اور ان کے ساتھی شریک ہوئے، وردی پوش سنی نوجوانوں نے بھی شرکت کی اور کانفرنس کے نظم و نسق کا اہتمام کیا۔

ترجمان اہل سنت کے کتابچوں کے حوالوں کے علاوہ تمام معلومات حضرت علامہ مولانا جمیل احمد نعیمی مدظلہ العالی نے فراہم کیں، ترجمان اہل سنت کے کتابچے جناب خلیل احمد رانا (جہانیاں منڈی، خانیوال) نے فراہم کیے، حضرت علامہ مولانا اقبال ازہری مدظلہ (شجاع آباد) اور الحاج امجد علی چشتی مدظلہ (کاموکی) نے جماعت کے تعارفی کتابچے فراہم کیے، مولائے کریم جل مجدہ سب حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے، راقم ان سب کا شکر گزار ہے۔

کل پاکستان سنی کانفرنس ملتان (1978ء)

قیام پاکستان سے پہلے "آل انڈیا سنی کانفرنس" اہل سنت و جماعت کی اس نمائندہ تنظیم کا نام تھا جس کے ممبران کی تعداد دو کروڑ سے زائد تھی اسی تنظیم نے تحریک پاکستان کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے فضا ہموار کی اور اپریل 1946ء میں بنارس میں ملک گیر "آل انڈیا سنی کانفرنس" منعقد کی جو بلاشبہ قیام پاکستان کے لئے سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

اگرچہ مارچ 1948ء میں پاکستان کی سطح پر اس تنظیم کا نام جمعیۃ العلماء پاکستان رکھ دیا گیا تاہم اسی تسلسل کو برقرار رکھتے ہوئے "سنی کانفرنس" کا نام استعمال کیا گیا، جیسے سنی کانفرنس ٹوبہ

ٹیک سنگھ 1961ء سنی کانفرنس ملتان 1978ء سنی کانفرنس رائیونڈ اور سنی کانفرنس لاہور 1996ء

16-17 اکتوبر 1978ء کو غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ کی سرپرستی میں مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان کے زیر اہتمام عظیم الشان "کل پاکستان سنی کانفرنس ملتان" منعقد ہوئی جس کی روئیداد کے ابتدائیہ میں راقم نے لکھا تھا:

16-17 اکتوبر 1978ء کو قلعہ کہنہ قاسم باغ ملتان میں مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان کے زیر اہتمام فقید المثال کانفرنس منعقد ہوئی جس میں اخبارات کی اطلاع کے مطابق بیس سے پچیس لاکھ تک عوام اہل سنت اور دس ہزار سے زیادہ علماء و مشائخ اہل سنت کا اجتماع تھا۔ قاسم باغ میں تاحد نظر سنی ہی سنی تھے۔ قلعہ کہنہ کے تمام پلاٹ اور سڑکیں اور ملتان شہر کے گلی کوچے شرکاء سے پر تھے۔

بلا مبالغہ قومی سطح کی یہ سب سے بڑی کانفرنس تھی' شرکاء کا ذوق و شوق دیدنی تھا' انتظامات اتنے عمدہ اور وسیع پیمانے پر تھے کہ انہیں دیکھ کر حیرت ہوتی تھی' مقام مصطفیٰ کے تحفظ' نظام مصطفیٰ کے نفاذ اور مسلک اہل سنت کی حفاظت و سربلندی کے جذبات اتنے گہرے تھے کہ ہر شخص اسی رنگ میں رنگا ہوا دکھائی دیتا تھا' بلاشبہ یہ تائید ایزدی اور عنایت مصطفائی کا کرشمہ تھا۔

(روئیداد سنی کانفرنس' ملتان ص 3)

اس عظیم اجتماع میں غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ کو جماعت اہل سنت کا مرکزی صدر منتخب کیا گیا جن کا خطبہ صدارت حاصل کانفرنس تھا' صاحبزادہ حاجی فضل کریم ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے اور کاروان اہل سنت نئے ولولے کے ساتھ رواں دواں ہو گیا۔

اس کانفرنس میں بالاتفاق تمام علماء و مشائخ اور برادران اہل سنت نے تعاون بھی کیا اور شرکت بھی کی' ان علماء و مشائخ کے اسماء مبارکہ لکھے جائیں تو الگ ایک مقالہ تیار ہو جائے' تاہم مولانا علامہ محمد طفیل رحمہ اللہ تعالیٰ ناظم اعلیٰ شمس العلوم کراچی کا تذکرہ ضروری ہے جنہوں نے کل پاکستان سنی کانفرنس' ملتان کی کامیابی کے لئے کئی ماہ ملک کے چاروں صوبوں اور آزاد کشمیر کے دورے کئے اسی دوران وہ علیل ہو گئے اور کانفرنس کے کچھ عرصہ بعد انتقال فرما

گئے' رحمہ اللہ تعالیٰ۔ کل پاکستان سنی کانفرنس ملتان میں اتحاد ملت اسلامیہ کا ایسا ایمان افروز اور روح پرور منظر تھا جس کے بارے میں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ید اللہ علی الجماعہ۔

جماعت کو سرگرم عمل کرنے کے لئے 1993ء میں اسلام اور پاکستان کے سچے شیدائی طلبہ کی ملک گیر تنظیم' انجمن طلباء اسلام کے سابق راہنماؤں پر مشتمل سنی آرگنائزنگ کمیٹی تشکیل دی گئی جس میں معروف صحافی اور دانشور جناب محمد نواز کھرل' جناب عبدالرزاق ساجد اور ان کے ساتھی شامل تھے۔ اس کمیٹی کی کوششوں سے "سنی سپریم کونسل" تشکیل دی گئی' جس کے سرپرست اور امیر' جسٹس سپریم کورٹ وفاقی شرعی عدالت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ تعالیٰ منتخب ہوئے۔ اس کونسل کے ممبران شارح بخاری حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی' رحمہ اللہ تعالیٰ' حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم قادری مدظلہ ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ' لاہور/شیخوپورہ و ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس (اہلسنّت پاکستان) پیر طریقت حضرت صاحبزادہ عتیق الرحمٰن مدظلہ العالی' ڈھانگری شریف' آزاد کشمیر' حضرت مولانا سید حبیب الرحمٰن' آزاد کشمیر' مناظر اہل سنت حضرت مولانا محمد سعید احمد اسعد' عبدالرزاق ساجد' محمد نواز کھرل' سید صفدر شاہ' فضل الرحمٰن (اوکاڑا) خالد حبیب الٰہی ایڈووکیٹ لاہور اور دوسرے حضرات شامل تھے۔

سپریم کونسل کی کوششوں سے 17 جنوری 1994ء کو دارالعلوم حزب الاحناف' لاہور میں منعقد ہونے والے تاریخی اجلاس میں جماعت اہل سنت کے مرکزی امیر' جانشین غزالی زماں حضرت صاحبزادہ پروفیسر سید محمد مظہر سعید کاظمی مدظلہ (ملتان) اور ناظم اعلیٰ' مجاہد اہل سنت حضرت مولانا پیر محمد افضل قادری مدظلہ منتخب ہوئے۔ حضرت علامہ سید ریاض حسین شاہ مدظلہ سینئر نائب امیر منتخب ہوئے' حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ تعالیٰ کی سرپرستی میں جماعت اہل سنت کا نیا دستور مرتب کیا گیا اور اس طرح اہل سنت و جماعت کا اجتماعی قافلہ نظام مصطفیٰ کے نفاذ' مقام مصطفیٰ کے تحفظ اور اشاعت مسلک اہل سنت کی منزل کی طرف سرگرم سفر ہو گیا۔

30 اکتوبر 1995ء کو موچی دروازہ لاہور کے باغ میں سنی کونشن منعقد کیا گیا جس می
ملک کے چاروں صوبوں اور آزاد کشمیر کے علماء اور عوام نے بھرپور شرکت کی۔ اسی دورا
جماعت کے ناظم اعلیٰ پیر محمد افضل قادری مدظلہ کی قیادت میں "کاروان جہاد" لاہور سے روا
ہو کر مظفر آباد گیا اور مجاہدین کشمیر سے ملاقات کرنے کے علاوہ مہاجرین میں ساز و سامان تقسی
کیا گیا، اسی طرح لاہور سے "کاروان امن" روانہ ہو کر کراچی گیا اور پورے ملک کے باسیوں ک
تلقین کی کہ یہ دانشمندی نہیں ہے کہ انسان جس شاخ پر بیٹھا ہوا ہو اسی کو کاٹنے کے درپے ہو
جائے، پاکستان ہمارا وطن ہی نہیں ہمارا گھر بھی ہے اس کی حفاظت اور اس میں امن کی بحالی ہمار
فرض ہے۔

30 اکتوبر 1996ء کو جماعت اہل سنت نے مینار پاکستان کے سائے تلے عظیم الشان "کل
پاکستان سنی کانفرنس" منعقد کی، جس میں پورے ملک کے علماء اور مشائخ اہل سنت نے شرکت
کی، اس کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے مفکر اسلام حضرت علامہ سید ریاض حسین شاہ مدظلہ
العالی نے اصحاب بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعداد میں 313 جلسوں سے خطاب کیا، الحمد للہ! یہ
کانفرنس کامیاب رہی۔

پیر محمد کرم شاہ ازہری رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم
ہزاروی مدظلہ کو جماعت کی سپریم کونسل کا سربراہ منتخب کیا گیا، جون 1998ء میں مجاہد اسلام
حضرت مولانا پیر محمد افضل قادری مدظلہ مرکزی کنوینر عالمی تنظیم اہل سنت بوجوہ مستعفی ہو گئے تو
ان کی جگہ مفکر ملت حضرت علامہ سید ریاض حسین شاہ مدظلہ کو جماعت کا ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا،
ان کی ولولہ انگیز قیادت میں پورے ملک میں رکن سازی اور مقامی سطح پر جماعت کی شاخیں
قائم کی جا رہی ہیں، اللہ تعالیٰ کرے کہ تمام اہل سنت و جماعت تنظیم سے منسلک ہو جائیں تو
پورے ملک میں ان سے بڑی کوئی قوت نہیں ہوگی۔

جماعت اہل سنت کے اہداف

گزشتہ صفحات میں آپ نے جماعت اہل سنت کا مختصر تعارف ملاحظہ فرمایا اب ذرا
جماعت کے مقاصد بھی ملاحظہ فرمالیں اور فیصلہ فرمائیں کہ کیا ہم میں سے ہر شخص کی یہ ذمہ

داری نہیں ہے کہ ان مقاصد کو پورا کرنے کے لئے جماعت میں شامل ہو؟۔ مفکر اسلام حضرت
علامہ سید ریاض حسین شاہ مدظلہ العالی نے 30 اکتوبر 1996ء کو مینار پاکستان منعقد ہونے والی "
کل پاکستان سنی کانفرنس" لاہور میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"اپنے مسلک کا پاسبان ہو جا"

اور جماعت کے اہداف اس طرح بیان کئے:

فکری ہدف : بین الاقوامی سطح پر کفر کا زور توڑنا اور غلبہ اسلام کی منظم تحریک اٹھانا۔

روحانی ہدف : اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کی دعوت تمام
انسانی حلقوں تک پہنچانا۔

سیاسی ہدف : استحکام پاکستان اور نفاذ نظام مصطفیٰ کے لئے ذہن سازی کرنا۔

سماجی ہدف : معاشرتی برائیوں کے خاتمے اور خدمت خلق کے فروغ کی کوشش کرنا۔

اصلاحی ہدف : گمراہ کن عقائد کی اصلاح، فرقہ واریت کی بیخ کنی، جاہلانہ رسوم کی تطہیر اور
اللہ، رسول (جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت کی روشنی میں عامۃ الناس کے لئے دینی
دعوت کا اہتمام کرنا۔

تعلیمی ہدف : قدیم و جدید علوم کے مدارس، سکولز، کالجز اور یونیورسٹیاں قائم کرنے کی سعی
کرنا، ماہرین تعلیم سے جدید دور کے تقاضوں کے مطابق نصاب تیار کرانا۔

عملی ہدف : باطل اور طاغوت کے خلاف بھرپور جہاد کرنا۔

تنظیمی و تحریکی ہدف : وطن عزیز کے گاؤں گاؤں، قریہ قریہ، بستی بستی اور شہر شہر میں
جماعت اہل سنت کی تنظیم سازی کرنا، پاکستان بھر کی تمام سنی تنظیموں اور تحریکوں کا عملی
اشتراک قائم کرنا۔

عالمی ہدف : دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کی مدد کرنا، دنیا بھر میں کام کرنے والی سنی تنظیموں
اور تحریکوں سے رابطہ کرنا۔

(منزل نواز خطاب، بتصرف)

بین الاقوامی سنی کانفرنس ملتان (2000ء)

بیسویں صدی عیسوی اختتام پذیر ہے‘ دنیا بھر کی قومیں نئے جوش اور ولولے کے ساتھ اکیسویں صدی میں داخل ہونے کی تیاریاں کر رہی ہیں۔ الحمد للہ! جماعت اہل سنت نے 2 اپریل 2000ء کو ملتان میں "بین الاقوامی سنی کانفرنس" منعقد کرنے کا فیصلہ کیا ہے جس کے مقاصد حسب ذیل ہیں۔

1- اس امر کا جائزہ لینا کہ ہم نے اس صدی میں کیا کھویا اور کیا پایا؟ اور یہ کہ آئندہ صدی میں ہم کس طرح اپنا مقام حاصل کر سکتے ہیں؟
2- اہل سنت و جماعت کے شعور کو بیدار کرنا۔
3- اہل سنت و جماعت کو مذہبی سطح پر منظم کرنا۔
4- اصلاح عقائد و اعمال کی تحریک۔
5- اصلاح معاشرہ اور خالص مذہبی اقدار کا فروغ۔
6- نظریہ پاکستان کی حفاظت و اشاعت۔
7- حقوق اہل سنت کا تحفظ۔
8- دنیا بھر کے ارباب علم‘ اہل سنت و جماعت کے ساتھ روابط استوار کرنا۔
9- دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں خصوصاً" مجاہدین کشمیر کی امداد کا لائحہ عمل تیار کرنا۔

تمام علماء‘ مشائخ اور برادران اہل سنت و جماعت سے اپیل ہے کہ 1978ء کی کل پاکستان سنی کانفرنس‘ ملتان کے جوش اور جذبے کے ساتھ اس کانفرنس میں بھی شرکت فرمائیں۔

امام اہل سنت حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمتہ اللہ علیہ سابق مرکزی صدر جماعت اہل سنت پاکستان کا پیغام۔

ملت کی تعمیر اور قوم کی فلاح و بہبود کے ضمن میں موجودہ دور کے تغیرات ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ ہم پوری علمی بصیرت سے حالات کا تجزیہ کریں حال و مستقبل کے تقاضوں کو سمجھیں اور ان کو پورا کرنے کی کامیاب جدوجہد کریں۔

علمائے اہل سنت کی خدمت میں مخلصانہ گزارش ہے کہ وہ علمائے سلف کی سیرت کو سامنے رکھیں۔ وہ دیکھیں کہ کس طرح علمائے سابقین نے دنیوی شہرت اور مال و منال کی طمع سے بالاتر ہو کر علوم دین کی خدمت انجام دی۔ کسی نے تجارت کر کے روزی کمائی‘ کسی نے کمبل اور پوستین بنا کر‘ کسی نے مٹی کے برتن تیار کر کے‘ کسی نے سرکہ بیچ کر اور بعض نے جوتے سی کر اپنا پیٹ پالا اور بے لوث ہو کر علم کو پھیلایا اور اس کی نشر و اشاعت کی۔ اس دور میں ان حضرات کی مثال نہیں ملتی تاہم یہ ضروری ہے کہ ہر عالم دین اپنے دل میں خوف اور خشیت الٰہیہ پیدا کرے اور ذاتی و دنیوی مفادات سے بے نیاز ہو کر تعلیم دین کے فرائض سرانجام دے۔ سورہ فاطر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء اور صحیح بخاری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا فرمان وارد ہے۔ انا اعلمکم باللہ واخشاکم منہ حسد اور باہمی منافرت علماء کے طبقے میں سب سے زیادہ پائی جاتی ہے یہی افتراق امت کا سب سے بڑا سبب ہے‘ جس کی بنیاد "انانیت" ہے۔ سنی علماء ان اولیائے کرام کے مشن کو قوم کے سامنے رکھنے کے مدعی ہیں جنہوں نے "انانیت کو فنا کر دیا تھا ایسی صورت میں انہیں لازم ہے کہ وہ اپنی انانیت کو فنا کر کے آپ میں کمال محبت و اخلاص کا جذبہ پیدا کریں۔

حضرات مشائخ کرام جن اولیائے کرام کے سجادہ نشین ہیں ان کے فقر و زہد‘ علم و معرفت‘ تقویٰ و طہارت‘ عبادت و ریاضت‘ روحانیت اور خدمت خلق کو اپنائیں۔ اس کے بغیر اولیائے کرام کی نیابت اور ان کی سجادگی کا کوئی تصور پیدا نہیں ہو سکتا۔

سجادگان کرام مال و دولت اور دنیوی عزت کو اپنے عظیم منصب کا بنیادی نقطہ نہ سمجھیں۔ اپنے اسلاف کو دیکھیں ان کے پاس علم و معرفت اور زہد و فقر کی دولت کے سوا کیا تھا؟ تاریخ شاہد ہے کہ امراء و سلاطین زمانہ ان کی غلامی کو اپنے لئے باعث عز و شرف سمجھتے تھے۔ آپ حضرات کو بھی ان ہی کے نقش قدم پر چلنا چاہئے۔

اہل ثروت‘ تاجروں‘ زمینداروں‘ امیروں اور تمام مخیر اہل سنت حضرات کا فرض ہے کہ وہ تمام تعمیری کاموں میں مخلصانہ طور پر بھرپور مالی تعاون فرمائیں کیونکہ اس کے بغیر جماعت کے کام پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتے۔

میں اپنے اہل سنت عزیز طلبہ کو نہیں بھول سکتا میں سمجھتا ہوں کہ طلباء پوری قوم کا متاع عزیز ہیں۔ ان کے لئے میرا یہ پیغام ہے کہ وہ بے سود ہنگامہ آرائی سے بچیں۔ تعلیم کی طرف پوری طرح متوجہ رہیں۔ علم و عمل کے میدان میں زبان سے زیادہ قلم میں زور پیدا کریں۔ مسلک کی بنیاد پر اپنی تنظیم "انجمن طلبائے اسلام" کا دائرہ وسیع کریں اور اسے بہت زیادہ مستحکم بنائیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو کامیابی و کامرانی عطا فرمائے۔

ہمیں کیا کرنا چاہئے؟

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس سے جس قدر زمانی فاصلہ بڑھتا جارہا ہے اتنی ہی تاریکی گہری ہوتی جارہی ہے۔ لادینیت، بدمذہبی، بے عملی کا دور دورہ ہے۔ عریانیت کا سیلاب ہے، ہوس زر اور خواہشات نے ہمیں خوف خدا اور خوف آخرت سے عاری کردیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ لامذہبیت عام ہے، امن و امان کی حالت مخدوش ہے، گرانی دن بدنی بڑھتی جارہی ہے، بے چینی نے ہر آدمی کا احاطہ کر رکھا ہے، دشمن نے اپنی فوجیں ہماری سرحدوں پر لگا رکھی ہیں اس پرفتن دور میں ضروری ہے کہ ہم اپنا تعلق اللہ کریم جل جلالہ اور اس کے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مستحکم کریں اور نہ صرف اپنے آپ کو مسلک اہل سنت و جماعت کے سانچے میں ڈھالیں جو کہ اسلام کی صحیح تعبیر ہے بلکہ دوسروں کو بھی مسلک اہل سنت و جماعت اور اس کے دلائل سے روشناس کرائیں، دینی اقدار بحال کریں، معاشرے کی اصلاح کریں اور نظام مصطفیٰ کے نفاذ کے لئے ذہنوں کو تیار کریں۔

ان مقاصد کے لئے ضروری ہے کہ ہم جماعت اہل سنت کے رکن بنیں اور درج ذیل پروگراموں پر عمل پیرا ہوں۔

1- مسلک اہل سنت و جماعت کے مطابق عقائد کی درستی کے ساتھ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات اور سنتوں کا عملی نمونہ بنیں۔

2- اہل سنت و جماعت کا ہر فرد (مرد/عورت) جماعت کا ممبر بنے اور اپنے احباب کو جماعت کا ممبر بنائے، ممبر بننے کے لئے جماعت کے دفتر سے فارم حاصل کریں۔

3- جماعت اہل سنت کی مطبوعات خریدیں، خود پڑھیں اور دوسروں کو پڑھائیں۔

4- ہر شہر اور ہر محلے میں جماعت کی شاخیں قائم کریں۔

5- ہر شاخ کی ایک لائبریری قائم کریں، اس میں علماء اہل سنت کی تصانیف جمع کریں اور اپنے حلقہ احباب کو مطالعہ کا عادی بنائیں۔

6- جماعت کی ہر شاخ ہفتہ وار قرآن، حدیث، عقائد اور مسائل فقہیہ کے درس کا اہتمام کرے۔ جس میں اصلاح عقائد اور اصلاح اعمال و اخلاق کا اہتمام کیا جائے۔

7- وقتاً فوقتاً طلباء کے تقریری مقابلوں کا اہتمام کریں اور کامیاب مقررین کو کتابوں کی صورت میں انعام دیں۔

8- ایسے اجتماعات منعقد کریں جن میں علماء و مشائخ اہل سنت کی دینی، علمی، فکری اور سیاسی خدمات کو متعارف کرایا جائے۔

9- ہفتہ میں ایک مرتبہ محفل ذکر و نعت منعقد کریں۔ اپنی محافل کو حمد الٰہی اور نعت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مزین کریں۔

10- میلاد شریف، گیارہویں شریف اور ایصال ثواب کی محافل میں کھانے پینے کی اشیاء کے ساتھ علماء اہل سنت کے رسائل بھی تقسیم کریں۔

11- جس جگہ اہل سنت کا مدرسہ نہ ہو وہاں مدرسہ قائم کریں اور جہاں مدرسہ موجود ہو اس کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کریں۔

12- ہر شہر میں کم از کم ایک مکتبہ ضرور قائم کریں، جہاں علماء اہل سنت و جماعت کی تصانیف اور ماہنامے دستیاب ہوں۔

13- انجمن طلباء اسلام کی سرپرستی کریں۔

مطالعہ فرمائیں

کتاب		مصنف
قرآن پاک ترجمہ کنزالایمان	:	امام احمد رضا بریلوی
تفسیر۔خزائن العرفان	:	صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی
تفسیر۔نور العرفان	:	حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں نعیمی
سیرت رسول عربی	:	علامہ نور بخش توکلی
ضیاء النبی	:	پیر محمد کرم شاہ الازہری
جاء الحق	:	مولانا مفتی احمد یار خاں نعیمی
انوار الحدیث	:	علامہ جلال الدین امجدی
جنتی زیور	:	علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی
سنی بہشتی زیور	:	مولانا مفتی محمد خلیل خاں برکاتی
ہمارا اسلام	:	مولانا مفتی محمد خلیل خاں برکاتی
زندہ جاوید خوشبوئیں	:	شیخ محمد صالح فرفور / محمد عبد الحکیم شرف قادری
زلزلہ	:	علامہ ارشد القادری
تبلیغی جماعت	:	علامہ ارشد القادری
جماعت اسلامی	:	علامہ ارشد القادری
لوح وقلم تیرے ہیں	:	سید ریاض حسین شاہ
صبح زندگی	:	سید ریاض حسین شاہ
دعوت وتنظیم	:	شاہ تراب الحق
ضیاء الحدیث	:	شاہ تراب الحق
زجاجۃ المصابیح	:	سید عبد اللہ شاہ (حیدر آباد، دکن)
تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم	:	پروفیسر محمد مسعود احمد
پاکستان بنانے والے علماء ومشائخ	:	علامہ جلال الدین قادری
تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس	:	علامہ جلال الدین قادری
تعلیم نماز	:	علامہ محمد صدیق ہزاروی
تاریخ نجد وحجاز	:	مفتی محمد عبد القیوم قادری
باغی ہندوستان	:	عبد الشاہد خاں شروانی
اسلامی عقائد	:	سید یوسف ہاشم رفاعی

❀

اہل سنت وجماعت کا اجمالی تعارف

علامہ یٰسین اختر مصباحی مدظلہ العالی (دہلی)

جماعت اسلامی ہند کے ترجمان سہ روزہ دعوت دہلی نے زبانی وتحریری طور پر مجھے دعوت دی کہ مسلک اہل سنت وجماعت جسے عرف عام میں حنفی بریلوی کہا جاتا ہے اس مسلک کے افکار ونظریات اس کے ممتاز علماء ومشائخ اور اہم مدارس واداروں کے سلسلے میں ایک تعارفی مضمون لکھوں جسے دعوت کے ہندوستانی مسلمان نمبر حصہ دوم میں شریک اشاعت کر کے مثبت انداز میں اس مسلک اور اس سے وابستہ مسلمانوں کا صحیح تعارف کرایا جاسکے۔اس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے زیر نظر مضمون حاضر خدمت کر رہا ہوں۔ ویسے یہ موضوع ایک مکمل کتاب کا متقاضی ہے۔اور ممکن ہے کہ یہی مضمون ایک مستقل کتاب کا دیباچہ بن جائے۔ سردست تفصیلات سے گریز کرتے ہوئے کچھ اجمالی واشاراتی حقائق پیش کر رہا ہوں۔ جو یقیناً قارئین کی معلومات میں اضافہ کے باعث اور مزید تحقیق ومطالعہ کے محرک ثابت ہوں گے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہندوستانی مسلمان ابتداہی سے سنی حنفی مسلک کے پابند رہے ہیں۔ خطہ مالابار و کوکن میں کچھ سنی شافعی مسلمان آباد ہیں۔ کہیں کہیں تھوڑی سی تعداد میں اہل تشیع بھی ہیں۔ مسلمانان ہند میں فرقہ بندی و تفرقہ بازی کا آغاز انیسویں صدی عیسوی کے ربع اول سے شروع ہوا۔ اور اختلاف و نزاع کی گرم بازاری میں ائمہ اربعہ کی تقلید فقہی کو خصوصاً اور تصوف و طریقت کو عموماً اپنی شدید تنقید بلکہ تنقیص و تفسیق کا نشانہ بنایا گیا، تقلید و تصوف دونوں کو بدعت و ضلالت کے خانہ میں رکھا گیا اور اسی بنیاد پر اہل سنت سے الگ ہٹ کر کئی مسالک عالم وجود میں آگئے، اس حقیقت کو تاریخی تسلسل کے ساتھ جاننے کے لئے مولانا ابوالحسن علی ندوی کے والد حکیم عبدالحی رائے بریلوی اور مولانا شبلی نعمانی کے شاگرد سید سلیمان ندوی کی یہ تحریریں قابل مطالعہ ہیں۔

(۱) بعض لوگوں کے نزدیک مسائل فقہیہ میں کسی امام کی تقلید ناجائز و حرام ہے، اور ان کے نزدیک کتاب و سنت سے جو احکام صراحۃً معلوم ہوں انہیں کا اتباع کرنا چاہئے، اور مسائل فقہ میں قیاس و اجماع امت حجت شرعی نہیں ہے، یہ مسلک مولانا فاخر الہ آبادی بن یحیٰ اور میاں جی شیخ نذیر حسین حسینی دہلوی بن جواد علی اور نواب سید صدیق حسن بھوپالی اور ان کے متبعین کا ہے۔

ایک گروہ کی رائے اس معاملہ میں حد افراط تک پہنچی ہوئی ہے اور تقلید کی حرمت پر یہ لوگ بہت مصر ہیں۔ مقلدین کو یہ اہل بدعت شمار کرتے ہیں اور ان کو نفس کا غلام سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی اس سخت رائے میں اس حد تک بڑھ گئے ہیں کہ ائمہ کرام بالخصوص امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں گستاخی بھی کر دیتے ہیں۔ یہ مسلک شیخ عبدالحق بنارسی بن فضل اللہ اور شیخ عبداللہ صدیقی الہ آبادی وغیرہ کا ہے۔

ان لوگوں نے اپنے مسلک و خیال کے مطابق کتابیں بھی تصنیف کی ہیں۔ مثلاً

شیخ معین الدین سندھی بن امین کی "دراسات اللبیب" اور شیخ فاخر الہ آبادی کی "قرۃ العینین" اور شاہ اسمٰعیل دہلوی کی "تنویر العینین" اور میاں سید نذیر حسین کی "معیار الحق" اور شیخ عبداللہ الہ آبادی کی "اعتصام السنۃ" اور نواب صدیق حسن بھوپالی کی "الجنۃ فی الاسوۃ الحسنۃ بالسنۃ" وغیرہ ہیں۔

علماء احناف میں بھی دو گروہ ہیں۔ ایک تحقیق و انصاف کی راہ پر ہے۔ مثلاً ملا بحر العلوم عبد العلی بن ملا نظام الدین مصنف ارکان اربعہ اور مولانا عبدالحی فرنگی محلی بن عبدالحلیم مصنف التعلیق الممجد۔

احناف میں دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو تقلید پر سختی سے قائم ہیں۔ اور اس کے خلاف کوئی چیز برداشت نہیں کر سکتے ہیں۔ مثلاً مولانا شیخ فضل رسول اموی بدایونی اور ان کے متبعین۔ (ص ۱۵۴۔ اسلامی علوم و فنون ہندوستان میں۔ مطبوعہ دار المصنفین اعظم گڑھ از حکیم عبدالحی رائے بریلوی)

(۲) شاہ عبدالغنی صاحب مجددی کے ممتاز شاگرد مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا قاسم نانوتوی بانی دار العلوم ہیں۔ اور پورب میں مولانا شاہ اسماعیل صاحب کے شاگرد مولانا سخاوت علی جونپوری وغیرہ ہیں۔ اس سلسلہ میں رد بدعت اور توحید خالص کے جذبہ کے ساتھ حنفیت کی تقلید کا رنگ نمایاں رہا۔

مولانا شاہ اسحاق صاحب کے ایک دوسرے شاگرد مولانا سید نذیر حسین صاحب بہاری دہلوی ہیں۔ اس دوسرے سلسلہ میں توحید خالص اور رد بدعت کے ساتھ فقہ حنفی کی تقلید کے بجائے براہ راست کتب حدیث سے بقدر فہم استفادہ اور اس کے مطابق عمل کا جذبہ نمایاں ہوا۔ اور اسی سلسلہ کا نام اہل حدیث مشہور ہوا۔

تیسرا فریق وہ تھا جو شدت کے ساتھ اپنی پرانی روش پر قائم رہا۔ اور اپنے آپ کو اہل السنۃ کہتا رہا۔ اس گروہ کے پیشوا زیادہ تر بریلی اور بدایوں کے علماء تھے۔ (ص ۴۶ حیات شبلی۔ مطبوعہ دار المصنفین اعظم گڑھ، از سید سلیمان ندوی)

حکیم عبدالحئ رائے بریلوی صاحب وسید سلیمان ندوی صاحب کے بقول تقلید پر سختی سے قائم رہنے والے، پرانی روش پر شدت سے جمے رہنے والے اور اپنے آپ کو اہل سنت کہنے والے حضرات، علماء بدایوں و بریلی اور ان کے متبعین ہیں جو آج بھی تقلید اور پرانی روش کے خلاف کچھ برداشت کرنے کو تیار نہیں۔

عبدالرحمٰن پرواز اصلاحی اور پروفیسر محمد ایوب قادری کراچی نے اس مسلکی تقسیم کی اپنے اپنے انداز میں اس طرح وضاحت کی ہے۔

(۱) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے تلامذہ اور ان سے انتساب رکھنے والوں میں ایک گروہ تو شاہ صاحب کے مسلک پر گامزن تھا۔ اور مسائل شرعی میں سر مو انحراف پسند نہیں کرتا تھا۔ مگر دوسرا گروہ اجتہاد اور عدم تقلید کا رجحان رکھتا تھا۔ چنانچہ رفتہ رفتہ ان گروہوں میں مختلف مسلکوں میں اختلاف رونما ہوا۔ (ص ۱۳۸۔ مفتی صدرالدین آزردہ از عبدالرحمٰن پرواز اصلاحی۔ مطبوعہ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی)

(۲) اودھ میں بڑے بڑے معقولین پیدا ہوئے۔ آخری دور میں مولانا فضل حق خیر آبادی اس قافلہ کے سالار اعظم تھے۔ انہوں نے اپنے والد مولانا فضل امام کے علاوہ خاندان ولی اللہی سے بھی استفادہ کیا تھا۔ مگر وہ شاہ اسمٰعیل اور شاہ اسحاق دہلوی کے بعض افکار و خیالات سے شدید اختلاف رکھتے تھے۔ اور قدیم روش پر سختی سے قائم تھے۔ مولانا محبوب علی دہلوی (تلمیذ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی) بھی ان کے ہم خیال تھے۔ ان حضرات نے شاہ اسماعیل کے افکار و خیالات کی سختی سے تردید کی۔ علماء بریلی و بدایوں اس سلسلے میں ان کے معین و مددگار تھے۔ (ص ۵۵۔ بعنوان ! اردو میں مذہبی ادب۔ اردو نامہ کراچی۔ دسمبر ۱۹۷۵ء)

حقیقت سے قریب اور مزید آسان لفظوں میں صحیح نتیجہ تک پہنچنا چاہتے ہیں تو محمد جعفر تھانیسری اور مولانا ثناء اللہ امر تسری کے یہ بیانات و مشاہدات بھی ملاحظہ

فرماتے چلیں۔

(۱) میری موجودگی ہند کے وقت (۱۲۸۰ھ / ۱۸۶۴ء) شاید پنجاب بھر میں دس وہابی عقیدہ کے مسلمان بھی موجود نہ تھے۔ اور اب (۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۴ء) میں دیکھتا ہوں کہ کوئی گاؤں اور کوئی شہر ایسا نہیں کہ جہاں مسلمانوں میں کم سے کم چہارم حصہ۔ وہابی معتقد محمد اسماعیل۔ کے نہ ہوں۔ (ص ۸۱۔ تواریخ عجیبہ۔ از محمد جعفر تھانیسری۔ سنگ میل پبلیکشنز لاہور)

(۲) امر تسر میں مسلم، غیر مسلم آبادی مساوی ہیں۔ اسی (۸۰) سال قبل قریبا سبھی مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو آج کل حنفی بریلوی کہا جاتا ہے۔ (ص۔ ۴ شمع توحید۔ از ثناء اللہ امر تسری۔ مطبوعہ مکتبہ ثنائیہ۔ سرگودھا، پنجاب۔ پاک)

مولانا ثناء اللہ امر تسری مدیر مجلہ اہل حدیث امر تسر نے ۱۹۳۷ء میں اپنا مذکورہ تجزیہ پیش کیا تھا۔ جس کے مطابق آج سے تقریبا ایک سو پینسٹھ سال پہلے امر تسر پنجاب کی مسلم آبادی اسی خیال کی تھی جسے آج حنفی بریلوی کہا جاتا ہے۔ اور محمد جعفر تھانیسری کے مشاہدہ و تحقیق کے مطابق آج سے تقریبا دو سو سال پہلے کسی وہابی معتقد شاہ اسماعیل دہلوی کا پنجاب بھر میں وجود نہیں تھا۔

سراج الہند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے بعد سنی حنفی مسلک سے کچھ لوگوں کے انحراف اور عدم تقلید کے رجحان نے ہندوستان کی مسلم اجتماعیت کا شیرازہ منتشر کیا۔ اور توحید خالص کے تحفظ کے نام پر لکھی جانے والی کتاب ''تقویۃ الایمان'' از شاہ اسماعیل دہلوی ایسے لوگوں کا مرجع بن کر سامنے آئی۔ جس کے بارے میں مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کے بقول خود شاہ اسماعیل دہلوی صاحب کا یہ خیال تھا۔

''میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ آگئے ہیں۔ اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے۔ مثلاً ان امور کو جو شرک خفی تھے شرک جلی لکھ دیا گیا ہے۔ ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش

ضرور ہوگی۔ اگر میں یہاں رہتا تو ان مضامین کو میں آٹھ دس برس میں بتدریج بیان
کرتا۔ لیکن اس وقت میرا ارادہ حج کا ہے۔ اور وہاں سے واپسی کے بعد عزم جہاد ہے۔ اس
لئے میں اس کام سے معذور ہو گیا۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ کوئی دوسرا اس بار کو اٹھائے گا
نہیں۔ اس لئے میں نے یہ کتاب لکھ دی ہے۔ گو اس سے شورش ہوگی۔ مگر توقع ہے
کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے۔ (ص ۹۸۔ حکایت ۵۹۔ حکایات اولیا (ارواح
ثلثہ) از مولانا اشرف علی تھانوی، مطبوعہ کتب خانہ نعیمیہ دیوبند)

تیز الفاظ اور تشدد کو تو پیرایہ بیان کہا جا سکتا ہے۔ مگر شرک خفی کو شرک جلی
لکھنے کا اختیار نہ جانے کیسے مؤلف تقویۃ الایمان کو حاصل ہو گیا؟۔ شورش اور لڑنے کا
ارمان تو ضرور پورا ہو گیا مگر بگڑ جانے والے مسلمان ٹھیک آج تک نہ ہو سکے۔
مولانا سید احمد رضا بجنوری قاسمی لکھتے ہیں۔

''افسوس ہے کہ اس کتاب کی وجہ سے مسلمانان ہند و پاک جن کی تعداد بیس
کروڑ سے زیادہ ہے اور تقریباً نوے فیصد حنفی المسلک ہیں۔ دو گروہ میں بٹ گئے ہیں''۔
(ص ۱۰۷۔ انوار الباری جلد ۱۱۔ مرتبہ مولانا سید احمد رضا بجنوری۔ مطبوعہ ناشر العلوم
بجنور)

مولانا ابو الکلام آزاد لکھتے ہیں۔

''مولانا محمد اسماعیل شہید مولانا منور الدین کے ہم درس تھے۔ شاہ
عبد العزیز کے انتقال کے بعد جب انہوں نے تقویۃ الایمان اور جلاء العینین لکھی۔ اور
ان کے مسلک کا ملک میں چرچا ہوا تو تمام علماء میں ہلچل پڑ گئی۔ ان کے رد میں سب
سے زیادہ سرگرمی مولانا منور الدین نے دکھائی۔ متعدد کتابیں لکھیں۔ اور ۱۲۴۰ھ والا
مشہور مباحثہ جامع مسجد (دہلی) کیا۔ تمام علماء ہند سے فتویٰ مرتب کرایا پھر حرمین سے
فتویٰ منگایا''۔

ان کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ابتدا میں مولانا اسماعیل

اور ان کے رفیق اور شاہ صاحب کے داماد مولانا عبد الحی کو بہت کچھ فہمائش کی۔ اور ہر
طرح سمجھایا۔ لیکن جب ناکامی ہوئی تو بحث ورد میں سرگرم ہوئے۔ اور جامع مسجد
(دہلی) کا شہرۂ آفاق مناظرہ ترتیب دیا۔ جس میں ایک طرف مولانا اسمٰعیل اور مولانا
عبد الحی تھے اور دوسری طرف مولانا منور الدین اور تمام علمائے دہلی۔ (ص ۴۸۔ آزاد
کی کہانی۔ مرتبہ مولانا عبد الرزاق ملیح آبادی، مکتبہ خلیل اردو بازار لاہور)

مولانا مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین دہلوی، مولانا محمد موسیٰ بن شاہ رفیع
الدین دہلوی، مولانا فضل حق خیر آبادی تلمیذ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، مفتی صدر
الدین آزردہ تلمیذ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، مولانا فضل رسول بدایونی، مولانا احمد
سعید نقشبندی دہلوی، مولانا رشید الدین دہلوی، مولانا خیر الدین دہلوی، حکیم صادق
علی خاں دہلوی (مسیح الملک حکیم اجمل خان کے حقیقی دادا)، مولانا سید اشرف علی گلشن
آبادی، مولانا مخلص الرحمٰن چاٹگامی، مولانا قلندر علی زبیری پانی پتی، وغیرہم بے شمار
علماء اہل سنت نے تقریراً و تحریراً ہر طرح ان نئے افکار و خیالات کا رد و انکار کیا۔ اور
مسلک اہل سنت و جماعت کے تحفظ و صیانت کے جہاد میں اپنے علم و عمل کے ذریعہ
سرگرم حصہ لیا۔

حضرت شاہ مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہم
الرحمۃ والرضوان سے علامہ فضل رسول بدایونی نے سات سوالات تقویۃ الایمان اور
اس سے متعلق دیگر امور کے بارے میں کئے تھے جو مع سوال و جواب رسالہ تحقیق
الحقیقۃ۔ مطبوعہ بمبئی ۱۲۶۷ء میں شائع ہو چکے ہیں۔ صرف تین جوابات یہاں پیش
کئے جا رہے ہیں۔ حضرت شاہ مخصوص اللہ دہلوی تحریر فرماتے ہیں۔

پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ۔ تقویۃ الایمان۔ کہ میں نے اس کا نام ''تفویۃ
الایمان'' ساتھ فا کے رکھا ہے۔ اس کے رد میں رسالہ جو میں نے لکھا ہے اس کا نام
''معید الایمان'' رکھا ہے۔ اسمٰعیل کا رسالہ موافق ہمارے خاندان کے کیا کہ تمام انبیاء

ورسولوں کی توحید کے خلاف ہے۔ کیونکہ پیغمبر سب توحید کے سکھلانے کو، اپنی راہ پر چلانے کو بھیجے گئے تھے۔ اس کے رسالہ میں اس توحید کا اور پیغمبروں کی سنت کا پتہ بھی نہیں ہے۔ اس میں شرک اور بدعت کے افراد کو گن کر جو لوگوں کو سکھلاتا ہے کسی رسول نے اور ان کے خلیفہ نے کسی کا نام لے کر شرک یا بدعت لکھا ہوا، اگر کہیں ہو تو اس کے پیروؤں کو کہو کہ ہم کو بھی دکھاؤ۔

چوتھی بات کا جواب یہ ہے کہ۔ وہابی کا رسالہ متن تھا۔ یہ گویا اس کی شرح کرنے والا ہو گیا۔

پانچویں بات کا جواب یہ ہے کہ۔ بڑے عم بزرگوار (شاہ عبدالعزیز) کہ وہ بینائی سے معذور ہو گئے تھے۔ اس کو سنا۔ یہ فرمایا! اگر بیماریوں سے معذور نہ ہوتا تو تحفہ اثنا عشریہ کا سا جواب اس کا رد بھی لکھتا۔

اس کی بخشش وہاب بے منت نے اس بے اعتبار کو دی، شرح کا رد لکھا۔ متن کا مقصد بھی نابود ہو گیا۔ ہمارے والد ماجد (شاہ رفیع الدین) نے اس کو دیکھا نہ تھا۔ بڑے حضرت (شاہ عبدالعزیز) کے فرمانے سے کھل گیا کہ جب اس کو گمراہ جان لیا تب اس کا رد لکھنا فرمایا۔ (ص ۶۱۷ تا ۶۲۰۔ انوار آفتاب صداقت مولفہ مولانا قاضی فضل احمد لدھیانوی۔ مطبوعہ کریمی پریس لاہور ۱۳۴۸ھ / ۱۹۲۰ء)

شاہ اسماعیل دہلوی کی تجدد پسندی و خود رائی کا ایک نمونہ اور ملاحظہ فرمائیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی بیان کرتے ہیں۔

"شاہ اسحاق صاحب بیان فرماتے ہیں کہ جب مولوی اسماعیل نے رفع یدین شروع کیا تو مولوی محمد علی صاحب و مولوی احمد علی صاحب نے جو شاہ عبدالعزیز صاحب کے شاگرد اور ان کے کاتب تھے۔ شاہ صاحب سے عرض کیا کہ حضرت! مولوی اسماعیل نے رفع یدین شروع کیا ہے اور اس سے مفسدہ پیدا ہوگا۔ آپ ان کو روک دیجئے۔ شاہ صاحب نے فرمایا! میں تو ضعیف ہو چکا ہوں۔ مجھ سے مناظرہ نہیں

ہو سکتا"

جب شاہ عبدالقادر صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا! میاں عبدالقادر! تم اسماعیل کو سمجھا دینا کہ وہ رفع یدین نہ کیا کریں۔ کیا فائدہ ہے۔ خواہ مخواہ عوام میں شورش پیدا ہوگی۔ شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا! حضرت! میں کہہ تو دوں مگر وہ مانے گا نہیں اور حدیثیں پیش کرے گا۔

شاہ عبدالقادر صاحب نے مولوی محمد یعقوب صاحب کی معرفت مولوی اسماعیل صاحب سے کہلایا کہ تم رفع یدین چھوڑ دو۔ اس سے خواہ مخواہ فتنہ پیدا ہوگا۔ جب مولوی محمد یعقوب صاحب نے مولوی اسماعیل صاحب سے کہا تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر عوام کے فتنہ کا خیال کیا جائے تو پھر اس حدیث کے کیا معنی ہوں گے؟ من تمسک بسنتی عند فساد امتی فله اجر ماۃ شهید۔ کیونکہ جو سنت متروکہ کو اختیار کرے گا عوام میں شورش ضرور ہوگی۔ مولوی محمد یعقوب صاحب نے شاہ عبدالقادر صاحب سے ان کا جواب بیان کیا۔ اس کو سن کر شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا۔

بابا! ہم سمجھے تھے کہ اسماعیل عالم ہو گیا۔ مگر اس نے تو ایک حدیث کا معنی بھی نہیں سمجھا۔ یہ حکم تو اس وقت ہے جب کہ سنت کے مقابل خلاف سنت ہو۔ اور ما نحن فیہ میں سنت کا مقابل خلاف سنت نہیں۔ بلکہ دوسری سنت ہے۔ کیونکہ جس طرح رفع یدین سنت ہے یوں ہی ارسال بھی سنت ہے۔ (حکایت ۳۷۔ ارواح ثلاثہ۔ امداد الغرباء سہارنپور ۱۳۰۷ء)

شاہ اسماعیل دہلوی کی تحریروں سے متعدد اعتقادی و فقہی اختلافات علماء و عوام کے درمیان پیدا ہوئے۔ جن میں مسئلہ امکان کذب و مسئلہ امکان نظیر سرفہرست ہیں۔ علماء اہلسنت نے امتناع کذب و امتناع نظیر کا اپنا مواقف قوت و استدلال اور شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا۔ متنازعہ عبارت یہ ہے۔

"اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن و فرشتہ، جبریل اور محمد ﷺ کی مثل پیدا کر ڈالے" (ص ۳۷، تقویۃ الایمان از شاہ محمد اسماعیل دہلوی۔ مطبوعہ مطبع صدیقی شاہجہان آباد، ۱۸۵۴ء)

علامہ فضل حق خیر آبادی تلمیذ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اس پر زبردست شرعی گرفت فرماتے ہوئے لکھا کہ قرآن و حدیث کی نصوص قطعیہ کے مطابق حضور اکرم ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی و رسول نہیں ہو سکتا۔ اب آپ کی نظیر ممکن نہیں بلکہ محالات شرعیہ میں سے ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ جیسا کوئی دوسرا محمد پیدا کرنے کے عقیدہ سے تو خود اللہ عزوجل کے لئے اپنے قول سے کذب لازم آئے گا اور کذب ایک عیب ہے جو اللہ کے لئے محال ہے۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ کریں۔ ص ۱۵۲ تا ۱۶۷۔ تحقیق الفتوی فی ابطال الطغوی، مؤلفہ علامہ فضل حق خیر آبادی (اشاعت اول مع فارسی۔ مکتبہ قادریہ لاہور ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء۔ مترجم اردو مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری) جس میں امتناع نظیر محمدی و امتناع کذب باری تعالیٰ کے وافر اور قاہر دلائل پیش کر دیئے گئے۔ شاہ اسماعیل دہلوی نے اسی موضوع پر رسالہ یک روزہ لکھا۔ اور ان کے ایک شاگرد مولانا حیدر علی ٹونکی نے بھی کچھ جوابات دے کر اپنے استاد کا دفاع کرنے کی کوشش کی۔ علامہ فضل حق خیر آبادی نے جواب الجواب کے طور پر فارسی زبان میں امتناع النظیر کے نام سے ایک محققانہ و عالمانہ کتاب لکھی جو علامہ سید سلیمان اشرف صدر علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے ۱۹۰۸ء میں جونپور سے شائع کی تھی۔ مولانا احمد حسن کانپوری تلمیذ مفتی محمد لطف اللہ علی گڑھی و خلیفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے امتناع کذب باری تعالیٰ کے موضوع پر "تنزیہ الرحمن عن شائبة الكذب و النقصان". مولانا حکیم سید برکات احمد ٹونکی نے "الصمصام القاضب لرأس المفترى على الله الكذب" اور مفتی محمد

عبداللہ ٹونکی نے "عجالة الراكب فى امتناع كذب الواجب" لکھ کر عقیدہ امکان کذب باری تعالیٰ کا رد بلیغ فرمایا۔

اس دور کے اختلافات اور ان کے نتائج کا ذکر یہیں چھوڑ کر اب آگے کی طرف بڑھتے ہیں۔ خلاصہ بحث کو سمجھنے کیلئے مشہور نقشبندی مجددی عالم مولانا ابوالحسن زید فاروقی دہلوی (متوفی ۱۹۹۳ء) کی یہ تحریر کافی عبرت انگیز ہے۔

"حضرت مجدد (الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی) کے زمانہ سے ۱۲۴۰ھ (مطابق ۱۸۲۵ء) تک ہندوستان کے مسلمان دو فرقوں میں بٹے رہے۔ ایک اہل سنت وجماعت، دوسرے شیعہ"۔

اب مولانا اسماعیل دہلوی کا ظہور ہوا۔ وہ شاہ ولی اللہ کے پوتے، اور شاہ عبدالعزیز شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر کے بھتیجے تھے۔ ان کا میلان محمد بن عبدالوہاب نجدی کی طرف ہوا۔ اور نجدی کا رسالہ "رد الاشراک" ان کی نظر سے گزرا۔ اور اردو میں انہوں نے تقویۃ الایمان لکھی۔ اس کتاب سے مذہبی آزاد خیالی کا دور شروع ہوا۔ کوئی غیر مقلد ہوا، کوئی وہابی بنا، کوئی اہل حدیث کہلایا، کسی نے اپنے کو سلفی کہا۔ ائمہ مجتہدین کی جو منزلت اور احترام دل میں تھا وہ ختم ہوا، معمولی نوشت و خواند کے افراد امام بننے لگے، اور افسوس اس بات کا ہے کہ توحید کی حفاظت کے نام پر بارگاہ نبوت کی تعظیم واحترام میں تقصیرات (بے ادبی وگستاخی) کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔ یہ ساری قباحتیں ماہ ربیع الآخر ۱۲۴۰ھ (۱۸۲۵ء) کے بعد سے ظاہر ہونی شروع ہوئی ہیں۔ (ص ۹۔ مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان، از مولانا ابوالحسن زید دہلوی، شاہ ابوالخیر اکیڈمی، چتلی قبر، دہلی ۶)

محب الرسول تاج الفحول علامہ عبدالقادر بدایونی (متوفی ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۱ء) اور مولانا امیر احمد بن مولوی امیر حسن سہسوانی (م ۱۳۰۶ھ/ ۱۸۸۹ء) کے درمیان مسئلہ امکان کذب و امکان نظیر پر ۱۸۷۱ء میں شیخوپور بدایوں میں مناظرہ ہوا۔ مولانا نذیر

احمد سہسوانی (م ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء) نے اس کے مفصل حالات و مباحث مناظرۂ احمد
یہ مطبوعہ شعلۂ طور کانپور ۱۲۸۹ھ/ ۱۸۷۲ء میں تحریر کر دیئے ہیں۔ مولانا امیر احمد
و مولانا نذیر احمد مولانا محمد احسن نانوتوی کے صحبت یافتہ تھے۔ یہ لوگ اثر ابن عباس کو
دلیل بنا کر مختلف طبقات ارض میں آدم و نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام اور
حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی طرح دیگر انبیاء مانتے تھے، اور یہ اس لئے تھا کہ
حضور ﷺ کی نظیر ممکن ہی نہیں بلکہ ثابت بھی کی جا سکے۔

پروفیسر محمد ایوب قادری (کراچی) لکھتے ہیں۔

"یہاں اس امر کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے کہ اثر ابن عباس کے مسئلہ
میں علماء بریلی اور بدایوں نے مولانا محمد احسن کی بڑی شدومد سے مخالفت کی۔ بریلی میں
اس محاذ کی قیادت مولانا نقی علی خان کر رہے تھے اور بدایوں میں مولانا عبدالقادر بن
مولانا فضل رسول بدایونی سرخیل جماعت تھے"۔ (ص ۹۴۔ مولانا محمد احسن نانوتوی
مرتبہ پروفیسر محمد ایوب قادری۔ مکتبہ عثمانیہ کراچی ۱۹۶۶ء)

مولانا عبدالحق خیر آبادی، مولانا سید حسین شاہ محدث رام پوری، مولانا عبد
العلی رامپوری، مفتی نورالنبی رامپوری و دیگر علماء اہلسنت نے مذکورہ خیال کو نص قرآنی
کے معارض عقیدۂ فاسدہ قرار دیا۔ حضرت مفتی ارشاد حسین رامپوری نے لکھا کہ اس
پر عقیدہ رکھنا اہلسنت و جماعت کے خلاف ہے۔ خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین
حضور ﷺ ہیں۔ حدیث شاذ ہے۔ (ص ۲۶۔ تنبیہ الجہال مرتبہ مفتی حافظ بخش
آنولوی)

نظیر محمدی، ختم نبوت، اثر ابن عباس کی بحث طول پکڑتی گئی، اسی موضوع
سے متعلق ایک سوال کے جواب میں مولانا محمد قاسم نوناتوی نے تحذیر الناس کے نام
سے ایک کتاب لکھی۔ جس میں انہوں نے تحریر کیا کہ۔

"سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا

زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن
ہوگا کہ تقدم یا تاخر میں بالذات کچھ فضیلت نہیں" (ص ۳۔ تحذیر الناس۔ کتب خانہ
امدادیہ دیوبند)

"اگر بالفرض! بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی
میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی
زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے"۔ (ص ۲۴۔ تحذیر الناس)

اپنے ایک مکتوب بنام مولانا محمد فاضل کے اندر مولانا محمد قاسم نانوتوی
رقمطراز ہیں۔

معنی خاتم النبیین در نظر ظاہر پرستاں ہمی باشد کہ زمانہ نبوی آخر است از زمانہ
گزشتہ بعض، نبی دیگر نخواہد آمد۔ مگر می دانی ایں سخنے است کہ نہ مدحے است در آں نہ
ذمے۔ (ص ۵۵ قاسم العلوم مکتوب اول)

ترجمہ! خاتم النبیین کا معنی ظاہر پرستوں کی نظر میں یہی ہے کہ زمانہ نبوی
گزشتہ انبیاء کے زمانہ سے آخر ہے۔ اور اب کوئی نبی نہ آئے گا۔ مگر تم جانتے ہو کہ یہ
ایسی بات ہے جس میں نہ کوئی تعریف ہے اور نہ کوئی برائی۔

مولانا اشرف علی تھانوی صاحب فرماتے ہیں :۔

"جس وقت مولانا نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس لکھی ہے۔ کسی نے
ہندوستان بھر میں مولانا کے ساتھ موافقت نہیں کی۔ بجز مولانا عبدالحی کے"
(ص ۵۸۰۔ ملفوظ ۹۲۷۔ جلد چہارم۔ الافاضات الیومیہ۔ مطبوعہ دیوبند)

مولانا محمد شاہ پنجابی، مولانا فضل مجید بدایوانی، مولانا ہدایت علی بریلوی،
مولانا فصیح الدین بدایوانی اور شیخ محمد تھانوی و دیگر علماء نے تحذیر الناس کے خلاف
کتابیں لکھ کر اس کے مشتملات کی زبردست تردید کی۔

حضرت مولانا عبدالسمیع بیدل رامپوری خلیفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی

مشہور کتاب انوار ساطعہ کے جواب میں مولانا خلیل احمد انبیٹھوی سہارنپوری نے براہین قاطعہ کے نام سے ایک کتاب لکھی جس پر مولانا رشید احمد گنگوہی کی تصدیق ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے علم مبارک اور ابلیس لعین کے بارے میں تقابل کا براہین قاطعہ میں یہ دل خراش اسلوب بیان اپنایا گیا ہے۔

''الحاصل ! غور کرنا چاہیے کہ شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلادلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو ایمان کا کون سا حصہ ہے ؟ کہ شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہے۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے ؟ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے''۔ (ص ۵۵۔ البراہین القاطعہ مرتبہ مولانا خلیل احمد انبیٹھوی۔ کتب خانہ امدادیہ دیوبند)

۱۳۰۳ھ میں لکھی گئی براہین قاطعہ کے خلاف بھی شورش ہوئی۔ علماء اہل سنت نے اس کے مخالفت کی۔ ۱۳۰۶ھ میں بھاول پور (پنجاب) میں نواب محمد صادق عباسی نواب بھاول پور کے انتظام وانصرام میں مناظرہ ہوا۔ جہاں مولانا خلیل احمد انبیٹھوی ملازمت کر رہے تھے۔ مولانا محمود حسن دیوبندی اور مولانا خلیل احمد انبیٹھوی نے اس مناظرہ میں براہین قاطعہ کا دفاع کیا۔ اہل سنت کی طرف سے حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری مناظر تھے۔ شیخ المشائخ شاہ غلام فرید اس مناظرہ کے حکم تھے۔ پوری روداد تقدیس الوکیل عن توھین الرشید والخلیل کے نام سے مرتب ہو کر چھپ چکی ہے۔ مولانا غلام دستگیر قصوری اور مولانا خلیل احمد انبیٹھوی کے درمیان یہ مناظرہ تحریری تھا۔ مولانا دستگیری کا اعتراض یہ ہے۔

''فقیر کان اللہ لہ کا اعتراض یہ ہے کہ سرور کائنات اعلم مخلوقات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی وسعت علم کا جو انکار کیا ہے اور شیطان کے علم سے آپ کے علم کو کم لکھ دیا ہے۔ یہ نہایت درجہ کی توہین ہے''۔ (ص ۱۹۳ تقدیس الوکیل)

حاجی امداداللہ مہاجر مکی اور پایہ حرمین مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے علماء اہل سنت کے موقف کی تائید اور مولانا غلام دستگیر قصوری کی حمایت کرتے ہوئے تقدیس الوکیل کی تحریری تصدیق کی ہے۔ مولانا رشید احمد گنگوہی کی طرف سے مولانا خلیل احمد انبیٹھوی کے موقف کی تحریری تصدیق کو رد کرتے ہوئے مولانا رحمت اللہ کیرانوی لکھتے ہیں۔

''میں مولوی رشید احمد کو رشید سمجھتا تھا۔ مگر میرے گمان کے خلاف کچھ اور ہی نکلے، بڑی کوشش اس میں کی کہ حضرت کا علم شیطان لعین کے علم سے کم تر ہے۔ اور اس عقیدہ کے خلاف کو شرک فرمایا'' (ص ۴۱۹۔ تقدیس الوکیل)

۱۳۱۹ھ میں مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نے علم غیب سے متعلق سوال کا جواب دیتے ہوئے حفظ الایمان کے نام سے ایک کتابچہ لکھا۔ جس میں رسول اکرم ﷺ کے علم کی تشبیہ دیتے ہوئے یا اس کی مقدار و کمیت بتاتے ہوئے کہا گیا ہے کہ ایسا یا اتنا علم تو پاگل و مجنوں وحیوانات وبہائم کو بھی حاصل ہے تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ؟ اصل عبارت یہ ہے۔

پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب ؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ؟ ایسا علم غیب تو زید وعمر بلکہ ہر صبی ومجنوں بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔

(ص ۸۔ حفظ الایمان۔ مصنفہ مولانا اشرف علی تھانوی۔ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)

حضرت سید محمد جیلانی قادری حید آبادی کے پوتے سید نذیر الدین ولد سید معین الدین اس عبارت اور اس کی قباحت وشناعت کا ذکر کرتے ہوئے، بیان کرتے ہیں۔

''میرے دادا (سید محمد جیلانی قادری) کے پاس حیدر آباد کے لوگ مولوی

اشرف علی کا رسالہ "حفظ الایمان" لائے۔ اور اس کے متعلق آپ سے دریافت کیا۔ آپ نے رسالہ پڑھ کر فرمایا۔ علم غیب کے متعلق مولوی اشرف علی نے نہایت قبیح عبارت لکھی ہے"

اس کے چند روز بعد محلہ مسجد (حید آباد) میں مولوی اشرف علی بیٹھے ہوئے تھے۔ میرے دادا نے کھڑے ہو کر مولوی اشرف علی کے رسالہ کی قباحت بیان کی اور کہا کہ اس عبارت سے بوئے کفر آتی ہے۔

پھر چند روز بعد مولانا حافظ (محمد) احمد (فرزند مولانا محمد قاسم نانوتوی) کے مکان پر علماء کا اجتماع ہوا۔ چونکہ حافظ (محمد احمد) صاحب کو میرے دادا سے محبت تھی اس لئے انہوں نے آپ کو بلایا اور آپ تشریف لے گئے۔ وہاں حفظ الایمان کی عبارت پر علماء نے اظہار خیال کیا۔ آپ نے اس رسالہ کی قباحت کا بیان کیا۔ اور رسالہ کے خلاف فتویٰ دیا۔

پھر تھوڑے دن بعد خواب میں آپ نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آنحضرت ﷺ آپ سے حفظ الایمان کی عبارت رد کرنے اور اس کو قبیح کہنے پر اظہار خوشی فرما رہے ہیں۔ اور آنحضرت ﷺ نے آپ سے فرمایا۔ ہم تم سے خوش ہوئے۔ تم کیا چاہتے ہو؟

آپ نے عرض کی! میری تمنا ہے کہ اپنی باقی ماندہ زندگی مدینہ منورہ میں بسر کروں۔ اور مدینہ کی پاک مٹی میں مدفون ہوں۔ آپ کی درخواست منظور ہوئی اور آپ اس کے بعد مدینہ منورہ ہجرت کر گئے دس سال وہاں مقیم رہے۔ اور ۱۳۶۴ھ میں رحلت فرما گئے۔ (ص ۲۱۶۔ مقامات خیر شاہ ابوالخیر اکیڈمی چتلی قبر دہلی ۶)

کوٹھی الٰہی بخش میرٹھ میں ایک بار حضرت مولانا ابوالخیر نقشبندی مجددی دہلوی قیام پذیر تھے ایک موقعہ پر آپ کی مجلس میں حافظ محمد احمد فرزند مولانا محمد قاسم نانوتوی و مولانا اشرف علی تھانوی بھی حاضر تھے۔ حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری

کے ایک حامی بزرگ نے حفظ الایمان کی عبارت پڑھ دی۔ حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی نے اسے سخت ناپسند کیا۔ اور آپ نے۔

مولوی اشرف علی سے کہا۔ کیا یہی دین کی خدمت ہے؟ تمہارے بڑے تو ہمارے طریقہ پر تھے۔ تم نے اس کے خلاف کیوں کیا؟

مولوی (اشرف علی) صاحب نے کہا۔ میں نے اس عبارت کی توضیح اپنے دوسرے رسالہ میں کر دی ہے۔ آپ نے جواب ارشاد فرمایا! تمہارے اس رسالہ کو پڑھ کر کتنے لوگ گمراہ ہو گئے۔ ہم دوسرے رسالہ کو لے کر کیا کریں گے؟ (ص ۱۱۔ بزم خیر از زید۔ شاہ ابوالخیر اکیڈمی چتلی قبر دہلی ۶)

ابتداء اور انتہاء دونوں آپ کے سامنے ہے۔ محمد حسین صاحب رئیس قصبہ نہٹور ضلع بجنور لکھتے ہیں کہ جب شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی اپنے متعلقین و معاونین کے ساتھ دہلی سے روانہ ہو کر لکھنؤ پہنچے اور اپنے خیالات کی تبلیغ شروع کی تو۔

"اسی زمانہ میں مولانا عبدالرحمٰن ولایتی صوفی لقب خاص شہر لکھنؤ میں مقیم تھے۔ ان کے کشف و کرامات کی اس زمانہ میں بڑی شہرت تھی۔ مولوی اسمٰعیل بحث و مباحثہ کے ارادہ سے ان سے ملنے گئے۔ مگر کہتے ہیں کہ صوفی صوحب کا تصرف غالب رہا۔ بحث شروع کرنے سے باز رہے۔ رخصت کے وقت مولوی اسمٰعیل نے فرمایا کہ فرنگی محلی (لکھنؤ) کے مولوی بہت گمراہ ہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ جس وقت کلکتہ سے واپس ہوں گا۔ ان گمراہوں سے جہاد کروں گا۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب نے کہا کہ صاحبزادے! جو اس قسم کا ارادہ رکھتے ہیں وہ مڑ کر نہیں آتے"۔ (فریاد المسلمین۔ مطبوعہ مطبع ریاض ہند امرتسر ۱۳۰۸ھ مطابق ۱۸۹۰ء مؤلفہ محمد حسین)

سید احمد رائے بریلوی صاحب کی تحریک اور شاہ اسمٰعیل دہلوی صاحب کی تحریر میں مسلک اسلاف اور مسلک ولی اللّٰہی سے انحراف اور اس کے نتائج و عواقب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا عبیداللہ سندھی صاف صاف اس طرح اظہار خیال

کرتے ہیں۔

"تحریک ولی اللّٰہی میں تاریخی انحراف کے بعد جو موڑ آیا تو وہ جیسے جیسے آگے بڑھتی گئی، بجائے اس کے کہ وہ مسلمان عوام کی ایک قومی تحریک بنتی وہ ایک علیحدگی پسند اور فرقہ پرستانہ تحریک بنتی گئی۔ سید احمد شہید سے منسوب اس تحریک کا حشر یہ تو ہوا ہی۔ اس کا ردعمل اس تحریک کے دوسرے حصے تحریک دیوبند پر بھی ہوا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج بھی اس برعظیم کے مسلمانوں کی غالب اکثریت بریلوی ہے۔ جو اوپر کی دونوں تحریکوں کو کفر سے کم نہیں سمجھتی"۔ (ص ۳۴۹-۳۴۹۔ افادات وملفوظات مولانا عبیداللہ سندھی۔ مطبوعہ سندھ ساگر اکیڈمی مرتبہ پروفیسر محمد سرور)

ہندوستان کے اندر ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۵ء کے بعد سے پیدا ہونے والے مسلکی اختلاف واسباب اختلاف و شخصیات واصحاب اختلاف کی اجمالی تاریخ قارئین کی نظر میں آچکی ہوگی، اب مسلک اہل سنت کی نمائندہ شخصیات کی اجمالی فہرست بھی نذر قارئین کی جارہی ہے۔

تیرہویں صدی ہجری :۔

حضرت علامہ عبدالعلی فرنگی محلی لکھنوی (ولادت ۱۱۴۴ھ وصال ۱۲۳۵ھ) حضرت شاہ محمد اجمل الہ آبادی (ولادت ۱۱۶۰ھ وصال ۱۲۳۶ھ) حضرت شاہ انوار الحق فرنگی محلی (ولادت ۱۱۴۴ھ وصال ۱۲۳۶ھ) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (ولادت ۱۱۵۹ھ وصال ۱۲۳۹ھ) حضرت شاہ غلام علی نقشبندی دہلوی (ولادت ۱۱۵۸ھ وصال ۱۲۴۰ھ)۔ حضرت شاہ ابو سعید مجددی رامپوری (ولادت ۱۱۹۶ھ وصال ۱۲۳۶ھ)۔ حضرت شاہ آل احمد اچھے میاں برکاتی مارہروی (ولادت ۱۱۶۰ھ وصال ۱۲۶۲ھ) حضرت شاہ ابوالحسن فرد پھلواروی (ولادت ۱۱۹۱ھ وصال ۱۲۶۵ھ) حضرت شاہ احمد سعید مجددی رامپوری (ولادت ۱۲۱۷ھ وصال ۱۲۷۷ھ) حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی (ولادت ۱۲۱۲ھ وصال ۱۲۷۸ھ) حضرت علامہ

عبدالحلیم فرنگی محلی لکھنوی (ولادت ۱۲۰۹ھ وصال ۱۲۸۵ھ) حضرت علامہ فضل رسول بدایونی (ولادت ۱۲۱۳ھ وصال ۱۲۸۹ھ) حضرت سید شاہ آل رسول احمدی برکاتی مارہروی (ولادت ۱۲۰۹ھ وصال ۱۲۹۶ھ) حضرت مولانا نقی علی بریلوی (ولادت ۱۲۴۶ھ وصال ۱۲۹۷ھ) وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

چودھویں صدی ہجری :۔

حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلی لکھنوی (ولادت ۱۲۶۴ھ وصال ۱۳۰۴ھ) حضرت مفتی ارشاد حسین رام پوری (ولادت ۱۲۴۸ھ وصال ۱۳۱۱ھ) حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی (ولادت ۱۲۰۸ھ وصال ۱۳۱۳ھ)۔ حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری لاہوری (وصال ۱۳۱۵ھ) حضرت مولانا عبدالقادر بدایونی (ولادت ۱۲۵۳ھ وصال ۱۳۱۹ھ) حضرت مولانا ہدایت اللہ رامپوری ثم جونپوری (وصال ۱۳۲۶ھ) حضرت مولانا خیر الدین دہلوی (وصال ۱۳۲۶ھ) حضرت مولانا احمد رضا بریلوی (ولادت ۱۲۷۲ھ، وصال ۱۳۴۰ھ) حضرت شاہ ابوالخیر نقشبندی دہلوی (ولادت ۱۲۷۲ھ، وصال ۱۳۴۱ھ) حضرت شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی (ولادت ۱۲۶۶ھ وصال ۱۳۵۵ھ) حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی (ولادت ۱۲۷۴ھ وصال ۱۳۵۶ھ)

حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری (لاہور) حضرت علامہ مولانا محمد سردار احمد چشتی قادری (فیصل آباد) حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی (ملتان) حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی (سیال شریف، سرگودھا) حضرت مولانا محمد نور اللہ نعیمی (بصیر پور) حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی (گجرات) حضرت مولانا علامہ عطا محمد چشتی گولڑوی (سرگودھا) وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین

گزشتہ صفحات میں پیش کردہ حوالہ جات اور بعض دیگر عبارات جو ضلالات و کفریات پر مشتمل ہیں۔ (دعوت فکر مرتبہ مولانا محمد منشاتابش قصوری مطبوعہ پاک وہند

میں اس طرح کی تقریباً سبھی عبارتوں کا عکس دیکھا جا سکتا ہے) جن سے شان الوہیت و
ناموس رسالت پر براہ راست زد پڑتی ہے، یہی دراصل ملت اسلامیہ ہند کے درمیان
تفریق و تقسیم واختلاف وانتشار کا سبب بنیں۔ اور سرزمین ہند مذہبی ومسلکی میدان کار
زار میں تبدیل ہو گئی۔ جس کی چنگاریاں آج بھی شہر شہر قریہ قریہ اڑا کر اسلامیان ہندو
پاک کے جسم وروح کو جھلسا رہی ہیں۔

تحریک تقدیس رسالت و دفاع مسلک اہلسنت کے باب میں محب الرسول
تاج الفحول مولانا عبدالقادر بدایونی (فرزند علامہ فضل رسول بدایونی) تلمیذ علامہ فضل
حق خیر آبادی تلمیذ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی وامام اہل سنت مولانا احمد رضا فاضل
بریلوی (فرزند علامہ نقی علی بریلوی) خلیفہ مولانا سید شاہ آل رسول مارہروی تلمیذ شاہ
عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنے اپنے وقت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ان دونوں
حضرات کو مارہرہ ضلع ایٹہ (یوپی) سے سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں بیعت وارادات
کے ساتھ اجازت و خلافت حاصل تھی۔ اور دونوں کا مرکز عقیدت مارہرہ مطہرہ ہی
تھا۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی کے امتیازی وصف عشق و محبت رسول کے بارے
میں ان کے حقیقی پڑپوتے حضرت مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری بریلوی لکھتے ہیں۔

"انہوں (حضرت فاضل بریلوی) نے عشق و محبت رسول اللہ ﷺ کو اپنی
زندگی کا محور بنایا۔ اور ان کے جملہ اقوال وافعال پر عشق رسول اللہ ﷺ ایسا چھایا ہوا
نظر آتا ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ وہ سر تا پا عشق رسالت مآب ﷺ میں فنا تھے تو یہ
بات ان کی زندگی کی بالکل صحیح سچی عکاسی ہو گی۔ عشق رسول ﷺ ہی ان کی زندگی تھی
اور عشق رسول ﷺ ہی ان کا پیغام تھا......"

یہاں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ ان کا عشق دیوانگی نہیں تھا۔ جس میں ہوش و
خرد کی قید و بند سے آزادی ہوتی ہے۔ بلکہ ان کا عشق مرضی محبوب میں فنائیت سے

عبارت تھا۔ اور یہ عشق کا وہ بلند وبالا مقام ہے جہاں آدمی کی اپنی کوئی خواہش اور اس کا
کوئی ارادہ نہیں رہتا۔ بلکہ اس کی حرکات و سکنات کی طرح اس کا ارادہ بھی مرضی
محبوب کے تابع ہو جاتا ہے۔ اور یہی وہ مقام ہے جس کو حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔
وان یکون هواه تبعا لما جئت به کہ آدمی کی خواہش اس دین کے تابع ہو جائے جو
آقائے نامدار مدنی تاجدار علیہ الصلوٰۃ والسلام لائے تھے۔

ان کی ساری دینی و علمی کاوش میں یہی روح کار فرما تھی اور اس کے لئے آپ
کی کتاب مقال عرفاء باعزاز شرع و علماء کا مطالعہ کافی ہے۔ جس میں آپ نے شریعت کا
اعزاز اور اس کا مقام ظاہر کیا ہے۔ اور شرع سے آزاد صوفیوں کا رد بلیغ کیا ہے۔ اور اپنی
بہت ساری دوسری تصانیف میں خلاف شرع رسوم پر سخت گرفت فرمائی ہے۔ اور ان
سے اجتناب کی مسلمانوں کو تعلیم دی ہے۔ مثلاً فرضی قبروں کی زیارت، مزارات پر
عورتوں کا جانا، عرس کے موقعہ پر میلے اور تماشے، سجدۂ تعظیمی، تعزیہ داری، وغیرہ۔
ان سب سے بچنے کی اور پرہیز کرنے کی سخت تاکید کی ہے۔ (ہفت روزہ ہجوم نئی دہلی۔
شمارہ دسمبر ۱۹۸۸ء)

حضرت مفتی محمد مظہر اللہ نقشبندی مجددی خطیب وامام مسجد فتح پوری دہلی
کے فرزند ارجمند پروفیسر محمد مسعود احمد (کراچی) لکھتے ہیں۔

(۱) (امام احمد رضا) محدث بریلوی شان الوہیت و شان رسالت میں ایسے
کلمات کا استعمال خلاف ادب خیال کرتے تھے جو بظاہر حق معلوم ہوں مگر ساتھ ہی
گستاخانہ بھی ہوں۔ اس قسم کے کلمات مولوی محمد قاسم نانوتوی کی تحذیر الناس میں۔
مولوی اشرف علی تھانوی کی حفظ الایمان میں۔ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کی البراہین
القاطعہ میں۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی کی صراط مستقیم اور تقویۃ الایمان میں۔ مولوی محمود
الحسن کی الجہد المقل میں محدث بریلوی کے خیال میں موجود ہیں۔ جب کہ ان حضرات کا
کہنا ہے کہ اس کی مراد وہ نہیں جس سے گمراہی مترشح ہوتی ہے، کیوں کہ گستاخی ان

کے نزدیک بھی حرام ہے۔ مگر محدث بریلوی کا یہ موقف ہے کہ چونکہ وہ عبارات اردو میں عام فہم ہیں اس لئے اہل زبان اس سے جو مراد لیتے ہیں وہی مراد لی جائے گی اور اسی پر حکم لگایا جائے گا۔

(۲) دوسری بات یہ تھی کہ محدث بریلوی اس کے قائل تھے کہ حضور ﷺ کے محامد و محاسن جو قرآن و حدیث میں بیان کئے گئے ہیں وہ من و عن بیان کیے جائیں تاکہ آپ کی شخصیت ابھر کر سامنے آئے اور مسلمانوں کے دلوں میں آپ کی عزت و عظمت قائم ہو۔ جب کہ علماء دیوبند احتیاط کے قائل تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اس طرح مسلمان حد سے بڑھ سکتے ہیں۔

(۳) محدث بریلوی مجالس عید میلاد النبی ﷺ کو جائز و مستحسن خیال کرتے تھے جب کہ علماء دیوبند اس قسم کی مجالس کے خلاف تھے۔

(۴) محدث بریلوی محافل میلاد النبی ﷺ میں قیام کو مستحب خیال کرتے تھے جب کہ علماء دیوبند اس کو بدعت تصور کرتے تھے۔

(۵) محدث بریلوی اعراس کو (بشرطیکہ ان میں خلاف شرع بات نہ ہو) جائز خیال کرتے تھے جب کہ علماء دیوبند انہیں ناجائز خیال کرتے تھے۔

(۶) فاتحہ خوانی (بشرطیکہ اس میں کوئی خلاف شرع بات نہ ہو) محدث بریلوی کے نزدیک جائز تھی مگر علماء دیوبند اسے بدعت خیال کرتے تھے۔

چند سطروں کے بعد پروفیسر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں۔

علماء دیوبند کے مرشد طریقت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی تقریباً تمام امور میں محدث بریلوی کے خیالات سے متفق تھے اور انہوں نے دونوں مکاتب فکر میں اتحاد پیدا کرنے کے لئے ایک رسالہ (بنام فیصلہ ہفت مسئلہ) تحریر کیا تھا۔ مگر علماء دیوبند نے ان کی باتوں کو تسلیم نہیں کیا۔

(ص ۲۷۔ ۲۸۔ امام احمد رضا محدث بریلوی۔ مرتبہ پروفیسر محمد مسعود احمد

مطبوعہ قادری کتاب گھر بریلی)

سلف سے خلف تک کا اجماعی عقیدہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی شان میں بے ادبی و گستاخی سنگین جرم اور کھلا ہوا کفر ہے۔ قرآن و حدیث و اقوال صحابہ و تابعین میں اس کی تصریحات موجود ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث مولانا حسین احمد مدنی اس سلسلے میں لکھتے ہیں۔

"رسول اللہ ﷺ کی توہین موجب کفر ہے۔ صریح توہین تو در کنار اگر کوئی شخص ایسے کلمات بھی کہے گا جو موہم توہین ہوں گے تو وہ بھی کفر کا سبب ہوگا"۔ (ص ۱۲۵، جلد دوم۔ مکتوبات شیخ الاسلام)

اسی طرح الحاد و زندقہ بھی کفر ہے اور ثبوت شرعی کے بعد ضروریات دین کے منکر کی تکفیر فرض ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی منتظم مدرستہ الاصلاح سرائے میر، ضلع اعظم گڑھ (یوپی) اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔

"مولانا تھانوی کا فتویٰ شائع ہو گیا ہے کہ مولانا شبلی نعمانی اور مولانا حمید الدین فراہی کافر ہیں۔ اور چوں کہ مدرسہ انہیں دونوں کا مشن ہے اس لئے مدرستہ الاصلاح مدرسہ کفر و زندقہ ہے، یہاں تک کہ جو علماء اس مدرسہ کے (تبلیغی) جلسوں میں شرکت کریں وہ بھی ملحد و بے دین ہیں"۔ (ص ۴۷۵۔ حکیم الامۃ۔ مرتبہ عبدالماجد دریابادی)

مولانا اشرف علی تھانوی کے مرید و خلیفہ مولانا عبدالماجد دریابادی نے مولانا شبلی نعمانی و مولانا فراہی کے علم و فضل، عبادت و ریاضت، و دینی و علمی خدمات پر مشتمل ایک مفصل خط لکھ کر مولانا تھانوی کی بارگاہ میں صفائی پیش کی، تو تھانوی صاحب نے انہیں جواب دیتے ہوئے لکھا۔

"یہ سب اعمال و احوال ہیں۔ عقائد ان سے جداگانہ چیز ہے۔ صحت عقائد کے ساتھ فساد اعمال و احوال، اور فساد عقائد کے ساتھ صحت اعمال و احوال جمع ہو سکتا

ہے"(ص ۶۷۴۔ حکیم الامۃ)

اس موضوع پر اہم معلومات اور مزید تحقیق کیلئے کتاب الشفاء از قاضی عیاض مالکی اندلسی وغیرہ کے علاوہ یہ کتابیں ملاحظہ فرمائیں۔ الصارم المسلول از ابن تیمیہ. اکفار الملحدین از انور شاہ کشمیری شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند۔ اشد العذاب از مرتضیٰ حسن دربھنگوی ناظم تعلیمات دیوبند۔ دونئی کتابوں۔ ناموس رسول اور قانون توہین رسالت از جسٹس محمد اسماعیل قریشی مطبوعہ الفیصل اردو بازار لاہور۔ گستاخ رسول کی شرعی حیثیت مرتبہ مفتی محمد گل رحمٰن قادری (انگلینڈ) مطبوعہ رضوی کتاب گھر دہلی۔ کا مطالعہ بھی مفید ثابت ہوگا۔

عظمت الوہیت وناموس رسالت کا علماء اہل سنت نے اپنے اپنے طور پر تحفظ اور اس کے خلاف حملوں کا مجاہدانہ دفاع کیا۔ انہیں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے امام اہل سنت مولانا احمد رضا فاضل بریلوی نے بھی اپنے قلم کے ذریعہ مسلک اہل سنت کی حمایت وصیانت کی۔ کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن۔ العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویہ۔ جدالممتار علی ردالمحتار۔ حدائق بخشش۔ الدولۃ المکیۃ اور دیگر سینکڑوں کتابیں اس پر شاہد عدل ہیں۔ اسی دینی خدمت کی ایک مضبوط کڑی فتاویٰ الحرمین برجف ندوۃ المین (۱۳۱۷ھ/ ۱۸۹۹ء) المعتمد المستند (۱۳۲۰ھ/ ۱۹۰۲ء) اور حسام الحرمین (۱۳۲۴ھ) بھی ہے۔ جس میں آپ نے کفریات مذکورہ کے خلاف شرعی حکم صادر کر کے علماء حرمین سے تصدیق حاصل کی ہے۔ تفصیل وتحقیق کے لئے دیکھیں۔ فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں۔ مطبوعہ ہندوپاک۔ مرتبہ پروفیسر محمد مسعود احمد۔

بحیثیت فقیہ ومفتی ہزاروں فتاویٰ آپ نے لکھے اور ہر طرح کے سوالات کے علمی وتحقیقی جوابات دیئے۔ یہ خدمت دوسرے معاصر علماء اہل سنت نے بھی انجام دی ہے، لیکن علماء اہل سنت کے نمائندہ وترجمان کی حیثیت سے آپ کو امتیازی مقام حاصل ہوگیا۔ افکار فاسدہ وخیالات باطلہ کی تردید کے میدان میں آپ چونکہ صف

درصف شکن تھے اس لئے وہابیت اور اس کی متعدد شاخوں کے استیصال میں آپ نے سرگرمی سے حصہ لیا۔ اسی لئے آپ مختلف اتہامات والزامات کی زد میں بھی آگئے۔ خود تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"ناچار عوام مسلمین کو بھڑکانے اور دن دہاڑے ان پر اندھیری ڈالنے کو یہ چال چلتے ہیں کہ علماء اہل سنت کے فتویٰ تکفیر کا کیا اعتبار؟ یہ لوگ ذرا ذرا سی بات پر کافر کہہ دیتے ہیں۔ ان کی مشین میں ہمیشہ کفر ہی کے فتویٰ چھپا کرتے ہیں۔ اسمٰعیل دہلوی کو کافر کہہ دیا۔ مولوی اسحٰق صاحب کو کہہ دیا۔ مولوی عبدالحی صاحب کو کہہ دیا۔ پھر جن کی حیا اور بڑھی ہوتی ہے وہ اتنا اور ملا دیتے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کو کہہ دیا۔ شاہ ولی اللہ صاحب کو کہہ دیا۔ حاجی امداد اللہ صاحب کو کہہ دیا۔ مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب کو کہہ دیا پھر جو پورے ہی حد حیا سے اونچے گزر گئے وہ یہاں تک بڑھتے ہیں کہ عیاذاً باللہ عیاذاً باللہ حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو کہہ دیا۔

غرض! جسے جس کا زیادہ معتقد پایا اس کے سامنے اسی کا نام لے دیا کہ انہوں نے اسے کافر کہہ دیا۔ یہاں تک کہ ان میں کے بعض بزرگواروں نے مولانا مولوی شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی مرحوم مغفور سے جاکر جڑدی کہ معاذ اللہ حضرت سیدنا شیخ اکبر محی الدین بن عربی قدس سرہ کو کافر کہہ دیا۔ مولانا کو اللہ تعالیٰ جنت عالیہ عطا فرمائے۔ انہوں نے آیہ کریمہ ان جاء کم فاسق بنبأ فتبینوا پر عمل فرمایا۔ خط لکھ کر دریافت کیا۔ جس کے بعد یہاں سے رسالہ انجاء البری عن وسواس المفتری لکھ کر ارسال ہوا۔ اور مولانا نے مفتری کذاب پر لاحول شریف کا تحفہ بھیجا۔ (ص ۴۵۔۴۶۔ تمہید ایمان از امام احمد رضا بریلوی مطبوعہ ادارہ معارف نعمانیہ لاہور)

اہل سنت کے معتمد ومتبحر عالم دین مولانا سید احمد سعید کاظمی امروہوی (انوار العلوم ملتان) لکھتے ہیں۔

"مسئلہ تکفیر میں ہمارا مسلک ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ جو شخص بھی کلمۂ کفر بول کر اپنے قول یا فعل سے التزام کفر کرے گا۔ ہم اس کی تکفیر میں تامل نہیں کریں گے۔ خواہ دیوبندی ہو یا بریلوی۔ لیگی ہو یا کانگریسی۔ نیچری ہو یا ندوی۔ اس سلسلہ میں اپنے پرائے کا امتیاز کرنا اہل حق کا شیوہ نہیں"۔

اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ایک لیگی نے کلمۂ کفر بولا تو ساری لیگ معاذاللہ کافر ہو گئی۔ یا ایک ندوی نے التزام کفر کیا تو معاذاللہ سارے ندوی مرتد ہو گئے۔ ہم تو بعض دیوبندیوں کی کفری عبارات کی بنا پر ہر ساکن دیوبند کو بھی کافر نہیں کہتے۔

ہم اور ہمارے اکابر نے بارہا اعلان کیا ہے کہ ہم کسی دیوبند یا لکھنو والے کو کافر نہیں کہتے۔ ہمارے نزدیک صرف وہی کافر ہیں جنہوں نے معاذاللہ، اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے رسول اور محبوبان ایزدی کی شان میں گستاخیاں کیں اور باوجود تنبیہ شدید کے اپنی گستاخیوں سے توبہ نہیں کی۔ نیز وہ لوگ جو ان کی گستاخیوں پر مطلع ہو کر اور ان کے صریح مفہوم کو جان کر ان گستاخیوں کو حق سمجھتے ہیں۔ اور گستاخوں کو مومن، اہل حق، اپنا مقتداء اور پیشوا مانتے ہیں۔

اور بس! ان کے علاوہ ہم نے کسی مدعی اسلام کی تکفیر نہیں کی۔ ایسے لوگ جن کی ہم نے تکفیر کی ہے۔ اگر ان کو ٹٹولا جائے۔ تو وہ بہت قلیل ہیں اور محدود۔ ان کے علاوہ نہ کوئی دیوبند کا رہنے والا کافر ہے نہ بریلی کا۔ نہ لیگی نہ ندوی۔ ہم سب مسلمانوں کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ (ص، ۲۴۔ ۲۵۔ الحق المبین۔ از علامہ سید احمد کاظمی۔ مطبوعہ ملتان)

متوارث طور پر عہد رسالت و دور صحابہ و تابعین سے منقول و معمول جو عقائد و اعمال قدیم کتب تفسیر و حدیث و فقہ و تصوف و سیرت و تاریخ میں موجود ہیں۔ وہی اہل سنت و جماعت کے عقائد و اعمال ہیں۔ علماء فرنگی محل لکھنو، و خیر آباد و بدایوں و بریلی نے تحریر و تقریر کے ذریعہ ہمیشہ انہیں کی دعوت دی ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق

محدث دہلوی (وصال ۱۰۵۲ھ) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (وصال ۱۲۳۹ھ) کی تعلیمات و نظریات کے صحیح داعی و ترجمان بھی یہی ہیں۔ جو اسلام کے وارث و امین ہیں۔ جو کسی دخیل فکر، جدید نظریہ اور غیر اسلامی خیال کو ایک لمحہ کے لئے بھی قبول بلکہ برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اپنی قدیم وراثت کو سینہ سے لگائے ہوئے ہیں اور اسے ہی اپنے اور دیگر مسلمانان عالم کیلئے سرمایہ سعادت و ذریعہ نجات سمجھتے ہیں۔

حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی خلیفہ امام احمد رضا فاضل بریلوی لکھتے ہیں۔

"سنی وہ ہے جو ما انا علیہ واصحابی کا مصداق ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں جو خلفاء راشدین، ائمہ دین، مسلم مشائخ طریقت، اور متاخر علماء کرام میں سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ملک العلماء حضرت بحر العلوم مولانا عبد العلی فرنگی محلی، حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی، حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی، حضرت مفتی ارشاد حسین رامپوری، اور حضرت مولانا مفتی شاہ احمد رضا بریلوی کے مسلک پر ہوں، رحمھم اللہ تعالیٰ"۔ (ص، ۹۔ الفقیہ امرتسر۔ ۲۱ر اگست ۱۹۲۵ء)

مسلمانوں کی اعتقادی و معاشرتی اصلاح کے لئے اپنے فتاویٰ کے اندر دیگر علماء اہل سنت کی طرح امام احمد رضا بریلوی نے جابجا تاکید کی۔ جو چھوٹے چھوٹے رسائل کی شکل میں مطبوع ہیں۔ انہیں پڑھئے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ شریعت اصل اور اتباع شریعت ہر مسلمان پر لازم ہے، بدعات و منکرات سے اجتناب ضروری ہے۔ بے علم صوفی اور شریعت پر عمل نہ کرنے والا پیر شیطان کا مسخرہ ہے۔ کفار سے مشابہت، بدمذہبوں سے میل جول، میلۂ ہنود میں شرکت ناجائز ہے۔ عبادت کی نیت سے غیر خدا کیلئے سجدہ شرک اور سجدۂ تعظیمی حرام ہے۔ نسبت پر فخر کرتے ہوئے کسی مسلمان کی تحقیر ناجائز ہے۔ تعزیہ داری بدعت و ناجائز ہے، باجہ و مزامیر کے ساتھ

قوالی ناجائز ہے۔ زیارت قبور کیلئے عورتوں کا سفر ناجائز ہے۔ تصویر کشی ناجائز ہے۔ صلعم، رضہ، رح، وغیرہ لکھنا ناجائز ہے۔ قرضی قبر کی زیارت ناجائز ہے۔ میت کے لئے ایصال ثواب اور اس کے لئے مخصوص کھانے سے غرباء و مساکین کو کھانا کھلانا جائز۔ مگر بطور دعوت کسی کو بھی شریک طعام کرنا ناجائز ہے۔ وغیرہ وغیرہ تفصیل کیلئے دیکھئے میری کتاب "امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات" مطبوعہ ہندو پاک۔

سواد اعظم اہل سنت و جماعت کی طرح علماء بدایوں و خیر آباد و بریلی و مشائخ مارہرہ و کچھوچھہ وغیرہ انبیاء و صالحین سے توسل، تبرکات و آثار کی زیارت، مزارات مقدسہ کی زیارت، ممنوعات سے خالی اعراس، میلاد و قیام و فاتحہ و ایصال ثواب وغیرہ کے جواز و استحسان کے قائل اور اس پر عامل ہیں۔ جو اسلاف کرام کا ہمیشہ سے طریقہ رہا ہے اور آج بھی عالم اسلام کی نوے فیصد آبادی میں اس کا دستور و رواج ہے۔ تازہ ترین عربی کتاب "مفاهيم يجب ان تصحح" مولفہ سید محمد بن علوی مالکی مکی (طبع اول ۱۹۸۵ء) میں ان معمولات و مراسم اہل سنت کی تفصیل و تحقیق درج ہے۔ پچیسوں موجودہ علماء عرب و افریقہ کی تحریری تصدیق بھی اس کتاب کے اندر شامل ہے۔ جن میں کئی ایک علماء رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے خصوصی ارکان ہیں۔ اصلاح فکر و اعتقاد کے نام سے میں نے اس کا ترجمہ کر دیا ہے جو ہندو پاک دونوں جگہ چھپ چکا ہے اور بآسانی دستیاب ہے۔

ولی اللّٰھی سلسلہ تصوف کی معرکۃ الآراء کتاب "انفاس العارفین" کے اردو مترجم سید محمد فاروق القادری مذکورہ چند معمولات اہل سنت کا ذکر کرتے ہوئے اپنے دیباچہ میں لکھتے ہیں۔

"ذرا سوچئے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبدالرحیم، شیخ ابوالرضا، سراج الہند مولانا شاہ عبدالعزیز، کیا یہ سارے کے سارے بریلوی تھے؟ ہند کی سرزمین میں ابھی مولانا شاہ احمد رضا بریلوی اور دارالعلوم دیوبند کا وجود بھی نہیں تھا کہ یہ بحثیں چھڑی ہیں"

برصغیر کی خاموش اور پر سکون فضا میں سب سے پہلے جس چیز نے لوگوں کو چونکا دیا۔ سوء اتفاق سے وہ اسی کاندان کے ایک فرد شاہ محمد اسمٰعیل کی تقویۃ الایمان تھی۔ جس کی فکر نامانوس، دعوت میں اجنبیت، اور انداز بیان جارحانہ تھا۔

ڈھائی سو کتابوں کی ایک لسٹ میری نظر سے گذر چکی ہے جو تقویۃ الایمان کے چھپتے ہی مختلف زبانوں میں مختلف علاقوں سے اس کی تردید میں لکھی گئی ہیں۔ اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس وقت عام مسلمانوں، علماء و اہل خانقاہ نے اس کتاب کو کس حیثیت سے دیکھا۔؟

ہمارے پاس اس امر کا کوئی ثبوت اور جواز نہیں کہ ہم بیک جنبش قلم سارے برصغیر کے علماء، صوفیہ، فقراء اور عوام کے متعلق یہ کہہ دیں کہ وہ نعوذباللہ سارے کے سارے شرک و بدعت میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اور پہلی بار شاہ محمد اسماعیل ان کو حقیقی توحید سے آشنا کرا رہے تھے۔

آخر شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز اور شاہ محمد اسماعیل میں کتنا فاصلہ ہے؟ کیا اس درمیانی عرصہ میں سارا برصغیر کفر و شرک کی لپیٹ میں آ گیا تھا؟ اور اگر پہلے سے تھا تو خود حکیم الامۃ شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز نے یہ تشدد اور یہ زبان کیوں استعمال نہ فرمائی؟

حقیقت تو یہ ہے کہ سواد اعظم کے مسلک سے ہٹ کر وہ پہلی آواز تھی جو برصغیر میں گونجی، جسے شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تحریک کی صدائے بازگشت تو یقیناً کہا جا سکتا ہے مگر اسے ولی اللّٰھی فکر اور معمولات کا ترجمان ہرگز نہیں کہا جا سکتا

(ص ۱۸۔۱۹، انفاس العارفین، مکتبۃ الفلاح دیوبند)

خیر آباد و بدایوں و بریلی کے علماء اہل سنت کی تحریک تحفظ ناموس رسول ﷺ تحریک وہابیت کے رد عمل کے طور پر عالم وجود میں آئی تھی۔ جس کی اپنے

وقت میں امام اہل سنت مولانا احمد رضا فاضل بریلوی (وصال ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء) نے پرجوش قیادت کرتے ہوئے مسلک اسلاف و مسلک جمہور کی تائید و حمایت کی۔ اور مندرجہ ذیل علماء کرام نے خصوصیت کے ساتھ آپ کا تعاون کیا۔

حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی، حضرت مولانا محمد امجد علی اعظمی، حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی، حضرت سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری، حضرت سید محمد دیدار علی الوری، حضرت مولانا حامد رضا قادری، حضرت مولانا مصطفیٰ رضا نوری، حضرت مولانا عبد المقتدر بدایونی، حضرت مولانا عبد القدیر بدایونی، حضرت مولانا عبد العلیم صدیقی میرٹھی، حضرت مولانا سید محمد اشرفی کچھوچھوی، حضرت مولانا ظفر الدین قادری بہاری، حضرت مفتی محمد عبد الباقی برہان الحق جبل پوری، حضرت مولانا حشمت علی لکھنوی، حضرت مولانا کرامت اللہ دہلوی، حضرت مولانا حسنین رضا بریلوی، وغیرھم رحمۃ اللہ علیھم اجمعین۔

اس سلسلہ کے موجودہ علماء اہل سنت میں چند نمایاں نام یہ ہیں۔ حضرت مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری، حضرت مولانا تحسین رضا بریلوی، حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی، حضرت علامہ ارشد القادری، حضرت مفتی عبد المنان مبارک پوری، حضرت مفتی غلام محمد رضوی، حضرت سید محمود احمد رضوی لاہوری، حضرت مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی، حضرت پروفیسر محمد مسعود احمد مظہری، حضرت مفتی ظفر علی نعمانی، حضرت مفتی جلال الدین احمد امجدی، حضرت سید محمد مدنی اشرفی کچھوچھوی، حضرت مفتی محمد اشفاق حسین نعیمی، حکیم محمد موسیٰ امر تسری، حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری، حضرت خواجہ مظفر حسین رضوی، حضرت مولانا محمد عبد الحلیم شرف قادری، حضرت شاہ تراب الحق قادری، حضرت سید حامد اشرف کچھوچھوی، حضرت مولانا قمر الزماں اعظمی وغیرہم۔

چھ ممتاز مدارس اہل سنت کے نام یہ ہیں۔ منظر اسلام بریلی، مظہر اسلام

بریلی، الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، جامعہ نعیمیہ مراد آباد، دار العلوم امجدیہ کراچی، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، دار العلوم اسحاقیہ جودھ پور، مرکز الثقافۃ السنیۃ کالی کٹ کرالہ، جامعہ سعدیہ کاسر کوڈ کرالہ، جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء نئی دہلی، دار العلوم امجدیہ ناگ پور، دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف، جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس، جامعہ نعیمیہ لاہور، دار العلوم نعیمیہ کراچی، الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی فیض آباد، دار العلوم علیمیہ جمداشاہی بستی، دار العلوم محمدیہ ممبئی، فیض العلوم جمشید پور، ضیاء الاسلام ہوڑہ بنگال، انوار القرآن بلرام پور، دار العلوم غریب نواز الہ آباد، احسن المدارس کانپور، دار العلوم وارثیہ لکھنؤ وغیرہ وغیرہ۔

نشریاتی و اشاعتی کام کرنے والے چند ادارے یہ ہیں۔ سنی دار الاشاعت مبارک پور، المجمع الاسلامی مبارکپور، مرکزی مجلس رضا لاہور، رضا اکیڈمی لاہور، رضا اکیڈمی ممبئی، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی الرابطہ انٹرنیشنل، کراچی، مکتبہ قادریہ، لاہور، الممتاز پبلی کیشنز، لاہور، رضا فاؤنڈیشن لاہور، فرید بک سٹال، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ادارہ معارف نعمانیہ لاہور، ادارۂ افکار حق بائسی پورنیہ، مکتبہ جام نور دہلی، فاروقیہ بکڈپو دہلی، رضوی کتاب گھر دہلی، مکتبہ نعیمیہ دہلی، قادری کتاب گھر بریلی، قادری بکڈپو بریلی، وغیرہ وغیرہ۔

ماہنامہ "کنز الایمان" دہلی، ماہنامہ "اشرفیہ" مبارک پور، ماہنامہ "جہان رضا" لاہور، ماہنامہ "سنی دنیا" بریلی، ماہنامہ "اعلیٰ حضرت" بریلی، ماہنامہ "طیبہ" احمد آباد، ماہنامہ "یسین" کوٹہ راجستھان، ماہنامہ "صراط مستقیم" اودے پور راجستھان، ماہنامہ "ماہ طیبہ" جودھپور راجستھان، سہ ماہی "الکوثر" سہسرام، ماہنامہ "معارف رضا" کراچی، ماہنامہ "ضیائے حرم" لاہور وغیرہ بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہیں۔

ان سب کی تبلیغ و دعوت کا مرکز و محور یہ ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم و لاالضالین ۔ (یااللہ)

ہمیں سیدھی راہ چلا۔ ان کی راہ جن پر تیرا انعام ہے۔ ان کی نہیں جن پر تیرا غضب ہے اور نہ ان کی جو بھٹکے ہوئے ہیں۔

برصغیر میں انعام الٰہی سے سرفراز مندرجہ ذیل بزرگان دین واسلاف کرام ہیں جن کی راہ پر چل کر آج کے مسلمان بھی انعام الٰہی کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ حضرت داتا گنج بخش سید علی ہجویری لاہوری، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، حضرت مخدوم علاء الدین صابر کلیری، حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء، حضرت شرف الدین یحییٰ منیری، حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت، امیر کبیر سید علی ہمدانی، حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت مجدد الف ثانی سرہندی، وغیرہم۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

یہی وہ نفوس قدسیہ ہیں جنہوں نے برصغیر کو دولت اسلام وایمان سے مالا مال کر کے اسے مطلع انوار بنایا۔

ان کا سایہ اک تجلی ان کے نقش پا چراغ
یہ جدھر گزرے ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

(مطبوعہ صفحہ ۵۶ تا ۷۴، ہندوستانی مسلمان حصہ دوم، جلد ۷،۴، شمارہ ۹۳، ۱۶/ اکتوبر ۱۹۹۹ء مطابق ۶/ رجب المرجب ۱۴۲۰ھ، سہ روزہ دعوت ابوالفضل انکلیو نئی دہلی ۲۵)

(ماہنامہ کنز الایمان دہلی، شمارہ دسمبر ۱۹۹۹ء)

ملک کی فضاؤں کو یا رسول اللہ ﷺ کی صداؤں سے لبریز کرنے' نظام مصطفیٰ ﷺ کی جدوجہد کو تیز تر کرنے اور ناموسِ رسالت مآب ﷺ کے خلاف ہر طاقت' ہر کوشش اور ہر اقدام کے خلاف غلامانِ رسول ﷺ کی شیرازہ بندی کے لیے

ایک عزم ایک تحریک

2 روزہ انٹرنیشنل

سُنّی کانفرنس

قلعہ کہنہ، قاسم باغ

ملتان

آغاز
یکم اپریل 2000ء
بروز ہفتہ ایک بجے دن

اختتام
2 اپریل 2000ء
بروز اتوار بوقت نماز ظہر

جماعت اہل سنت پاکستان